مصور فطرت سیدی و مولائی حضرت مولانا

خواجہ حسن نظامی کا لکھا ہوا ناول

جس میں تاریخی واقعات کی روشنی میں بنی اُمیہ کی بدچلن عورتوں کے خفیہ حالات اور یزید

و امرائے بنی اُمیہ کی شرمناک سیاہ کاریاں اور محب اہلبیت عورتوں کی جانبازیوں

اور سرفروشیوں کے قصے جمع کیے گئے ہیں اور جو

حب اہلبیت اور بغض دشمنان اہلبیت کا اتالیق ہے

بماہ محرم ۱۳۳۸ھ مطابق ستمبر ۱۹۱۹ء

مینیجر نظامیہ دار الاشاعۃ دہلی نے

لالہ ٹھاکر داس کے دلی پرنٹنگ ورکس میں چھپوا کر شائع کیا

دو ہزار

حضرت علیؓ اور اُن کا فلسفہ

مصر کے مشہور فاضل علامہ عبدہٗ کی ایک کتاب کا ترجمہ حضرت علی کی مختصر سوانح عمری۔ آپکے فلسفیانہ اقوال و انکی شرح قیمت ۴ر

آئینہ قیامت

مصنفہ جناب مولانا حسن رضا خان صاحب بریلوی مرحوم و مغفور۔ یہ شہادت نامہ بھی اپنے رنگ میں لاجواب ہے۔ ایک ایک سطر نہایت موثر اور عبرت انگیز ہے۔ فاضل مصنف نے واقعات شہادت کے ضمن میں نکات تصوف اور اسرار عشق و محبت کو ایسے دلکش انداز میں بیان کیا ہے کہ پڑھنے اور سننے والوں پر وجد طاری ہو جاتا ہے۔ اہم واقعات کی ایسی دردناک تصویریں پردرد الفاظ میں کھینچی ہیں کہ بے اختیار آنکھ سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ دعوے سے کہا جاتا ہے کہ حضرات اہل سنت والجماعت کی مجالس میں پڑھنے کے لیے اس سے بہتر شہادت نامہ اب تک شائع نہیں ہوا۔ روایتیں تمام معتبر و مستند ہیں۔ آداب اہلبیت کا پورا لحاظ رکھا گیا ہے۔ کوئی بات ایسی نہیں لکھی جو شرعاً قابل اعتراض ہو اور باوجود ان تمام احتیاطوں کے نظم و نثر دونوں اسقدر موثر و دردناک ہیں کہ جنکو سنکر کلیجہ منہ کو آتا ہے محبان اہل بیت کا فرض ہے کہ وہ اس بے نظیر شہادت نامہ کی قدر کریں اور مجالس ذکر شہادت میں ہمیشہ اسی شہادت نامہ کو پڑھا کریں قیمت ۱۲ر

خنجر تسلیم

اس پرسوز کتاب میں ہندوستان کے زبردست انشا پردازوں کے وہ پردرد مضامین جمع کیے گیے ہیں جو شہادت سیدنا امام حسین علیہ السلام پر نہایت توجہ و خلوص سے انہوں نے لکھے ہیں۔ شہادت کی حقیقت اور اسکا فلسفہ معلوم کرنا ہو تو یہ کتاب خرید لیجئے شہادت امامؓ سے اگر آپ اخلاقی سبق حاصل کرنا اور اپنی اپنے عزیز و اقربا کی اصلاح کرنی چاہتے ہو تو خنجر تسلیم کا بغور مطالعہ کیجیے۔ تمام مضامین نہایت محققانہ اور اصلاحی پہلو لیے ہوئے ہیں کئی مضمون اس قدر پردرد و عبرت خیز ہیں کہ ان کو پڑھ کر لوگ بیچین ہو جاتے ہیں قابل دید و مفید کتاب ہے۔ محرم میں ہر مسلمان کو اسکا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ قیمت ۷ر +

ھو الکل

یا معین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

طمانچہ بر رخسار یزید

پہلا باب

حضرت علی رض کے پوشیدہ کاغذ کی تلاش

میرا باپ مارا جا چکا۔ میری ماں اندھی کی جا چکی۔ مجھکو سب حمائیتوں سے جدا کر دیا گیا۔ اب دنیا میں کیا امید باقی رہی ہے جسکے خیال سے میں حضرت علی رض کا پوشیدہ کاغذ تم سے چھپاتی۔ میں سچ کہتی ہوں میرے پاس کوئی مخفی نوشتہ حضرت علی رض کا نہیں ہے۔ نہ میری والدہ کے پاس ہے نہ ہم دونوں نے کسی کو دیا۔ نہ کہیں چھپایا۔

فرحہ بنت مالک ابن اشتر کے ہاتھ پاؤں رسّی سے بندھے ہوئے تھے۔ اور وہ دوپہر کی جلتی دھوپ میں جنگل کے ریت پر چت پڑی ہوئی یہ کہہ رہی تھی۔ [illegible]

یہ عرب سردار مصری سرحد کا ایک علاقہ دار تھا۔ جس [illegible] کو شہد کے شربت میں زہر دے کر شہید کر دیا تھا جبکہ وہ حضرت علی رض کی طرف سے مصر کی گورنری پر مقرر ہو کر جا رہے تھے۔

مالک بن اشتر کی بیوی لڑکی اور ایک نواسہ کو علاقہ دار نے رات کے وقت جبکہ مالک بن اشتر کی زندگی تمام ہونے کو تھی جبراً مگر بہت پوشیدگی کے ساتھ دوسرے گاؤں میں بھیج دیا تھا تاکہ ان لوگوں کے قبضہ سے مالک کے مخفی کاغذات حاصل کرے۔ کیونکہ امیر معاویہ نے علاقہ دار کو اطلاع دی تھی کہ حضرت علی نے مالک کو ایک نہایت اہم تجویز قلم بند کر کے دی ہے جسمیں علوی خلافت کے استحکام و فروغ کی

تدابیر درج ہیں۔ اور اہل مصر کو خفیہ طریق سے اُن تدابیر پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور وہ تدابیر اس قدر خوفناک ہیں کہ اگر ان پر عمل کیا گیا تو اموی سلطنت کا نام ونشان دنیا سے مٹ جائے گا۔

علاقہ دار کو یہ بھی اطلاع دی گئی تھی کہ وہ کاغذات مالک نے اپنی بیوی کے پاس حفاظت سے رکھوا دئے ہیں۔ اسواسطے اس نے مالک کو زہر دینے کے ساتھ ہی مستورات کو دوسرے گاؤں میں بھجوا دیا تاکہ یہ کاغذات حاصل ہو جائیں۔ مگر جب مالک کی بیوی سے پوچھا گیا اور کاغذات طلب کئے گئے تو اس نے لاعلمی ظاہر کی۔ اور کہا میرے پاس مالک نے کوئی کاغذ نہیں رکھا۔ نہ مجھ سے ذکر کیا نہ میں یقین کر سکتی ہوں کہ حضرت علی رضؓ نے کوئی خفیہ منصوبہ کیا ہو کیونکہ ان کا معاملہ بالکل صاف اور کھلا ہوا ہے۔

علاقہ دار کو مالک کی بیوی کا یقین نہ آیا۔ اور اس نے جبراً تمام سامان کی تلاشی لی اور جب اسمیں کچھ دستیاب نہوا تو سوار دوڑائے اور مالک کے اسباب کو تلاش کیا۔ مگر وہاں بھی کچھ نہ ملا تو اسکو شک ہوا کہ ان عورتوں نے یہیں کہیں ان کاغذات کو پوشیدہ کر دیا ہے۔ یا کسی کے پاس رکھوا دئے ہیں۔ اگر ان پر تشدد کیا جائے گا تو یہ بتا دینگی۔ عورتیں ہیں سختی کو برداشت نہ کر سکیں گی۔

چنانچہ علاقہ دار نے پہلے مالک کی بیوی پر زور ڈالا اور اسکو قتل کی دھمکی دی۔ جب اس سے کام نہ چلا تو لالچ دیا۔ اور کہا کہ تمہارا شوہر تو مر چکا۔ تم میری قید میں ہو اگر تم نے کاغذات نہ بتلائے یا نہ دئے تو مفت میں جان سے جاؤگی۔ میں تم کو۔ تمہاری لڑکی کو۔ اور تمہارے نواسہ کو بھی قتل کر ڈالونگا اور اگر تم نے کاغذات دیدئے یا ان کا پتہ بتا دیا تو امیر معاویہ سے تمہاری سفارش کی جائیگی وہ تمہاری جان کی امان دینگے اور ان کے دربار سے بڑے بڑے انعامات تم کو اور تمہاری اولاد کو ملیں گے اور عجب نہیں کہ مصر کی گورنری تمہارے بیٹے کو مل جائے۔

مالک کی بیوی نے کہا۔ جان کا ہمیں کچھ خوف نہیں ہے ہمارا مالک شہید ہوا ہم بھی شہادت کا شوق رکھتے ہیں۔ مار ڈالو ہمیں مرنے کا خود ہی اشتیاق ہے کہ مالک کے بعد جینے کا کچھ مزا نہیں رہا۔ رہا امیر معاویہ کا انعام اسکو ہم مرتے دم تک ذلیل اور ہیچ خیال کرینگے کہ فانی دنیا کی عزت و دولت

ایمان گنوا کر ہم کو حاصل کرنی منظور نہیں ہے۔

سنو اول تو وہ کاغذات ہمارے پاس نہیں ہیں۔ اور اگر ہوتے بھی تو میں کبھی تم کو یا تمہارے امیر معاویہ کو نہ دیتی نہ ان کا پتہ بتاتی۔ اور اگر وہ تم کو مل بھی جاتے اور امیر معاویہ ان کے بھید سے واقف بھی ہو جاتے۔ اور یہ بھید ان کی بادشاہت کو مضبوط بھی کر دیتا۔ اور حضرت علیؓ کی خلافت اس زمین سے مٹادی جاتی تب بھی حضرت علیؓ کے لیئے خدا دوسری زمین پیدا کرتا اور وہاں ان کی خلافت قائم ہوتی۔ کیونکہ حضرت علیؓ خدا کے مقبول بندے ہیں۔ اور لوح محفوظ میں لکھا جا چکا ہے کہ قیامت تک علیؓ کی خلافت کا نقارہ بجتا رہے گا۔

اے شخص مجکو کیوں ڈراتا ہے۔ اگرچہ اسوقت میں تیرے ہاتھ میں قید ہوں لیکن مجکو آسمان نظر آتا ہے اور اسپر خدا کی بشارت لکھی ہوئی دکھتی ہوں کہ جو حق و صداقت پر قائم رہتا ہے خدا کی رضامندی انہی کے لیئے ہے۔

علاقہ وار نے مالک کی بیوی کا یہ کلام سنکر کہا۔ عورت ہوش میں آ۔ اپنی زندگی اور اپنی لڑکی اور نواسہ کی زندگی پر رحم کر۔ میں آن کی آن میں تم سب کو دنیا سے نابود کردونگا۔ علی بے عقل اور کنجوس آدمی ہیں۔ نہ انہیں معاویہ جیسی سمجھ ہے نہ ان کی طرح وہ فیاض ہیں۔ اگر تو معاویہ کے دربار میں جائے گی تو علیؓ کو قیامت تک یاد نہ کرے گی۔ کیونکہ معاویہ اپنے مددگاروں کو نہال کر دیتے ہیں اور علی ایک پیسہ بھی کسی کو نہیں دیتے۔

مالک کی بیوی نے جواب دیا۔ اگر علی کسی کو ایک پیسہ نہیں دیتے تو اچھا کرتے ہیں اسواسطے کہ بیت المال حاجتمندوں کے لیئے ہے ذاتی نمود کے خوشامدیوں کو انعام تقسیم کرنے کے لیئے نہیں ہے تمہارا معاویہ اگر خدا کے خزانے اپنے خوشامدیوں کو تقسیم کرتا ہے تو برا کرتا ہے اسکو قیامت کے دن بیت المال کا حساب دینا ہوگا۔

اس گفتگو کے بعد علاقہ دار کو غصہ آیا۔ اور اس نے کہا۔ میں تیری آنکھوں کو پھوڑ ڈالونگا تاکہ تو آسمان کی بشارت کو نہ پڑھ سکے۔ مالک کی بیوی نے جواب دیا۔ میرے دل کی آنکھیں اس بشارت

کو پڑھیں گی۔ علاقہ دار بولا میں تیرے دل کو بھی کچل ڈالوں گا۔ مالک کی بیوی نے کہا تو خدا خود یہ بشارت پڑھ کر میری روح کو سنائے گا۔

علاقہ دار۔ تو کیا وہ کاغذات مجھ کو نہیں دیگی؟

مالک کی بیوی۔ میرے پاس وہ نہیں ہیں۔

علاقہ دار۔ تجھے ان کا علم ہے کہ کس کے پاس ہیں؟

مالک کی بیوی۔ مجھے اپنے علم سے کام لینے کی طاقت نہیں ہے۔

علاقہ دار۔ تجھے کام لینا پڑے گا۔ اور بتانا ہوگا۔

مالک کی بیوی۔ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔

علاقہ دار نے یہ جواب سنکر حکم دیا دو آہنی تسلے آگ میں گرم کرکے لاؤ۔ چنانچہ وہ لائے گئے تو علاقہ دار نے کہا۔ دیکھ او ضدی عورت اب بھی مان جا۔ ورنہ ہمیشہ کے لئے اندھی ہوجائے گی۔ مالک کی بیوی نے کہا اے شخص عورت پر ظلم نہ کر۔ یہ مسلمانوں کی اور عرب کی شان سے بعید ہے۔ علاقہ دار نے کہا میں رحم کرنے کو تیار ہوں مگر تو ہی مجھ سے ظلم کراتی ہے۔ اب بھی کاغذات کا پتہ بتادے تو رہائی پا سکتی ہے۔ مالک کی بیوی تسلوں کو دیکھ کر کانپنے لگی اور اس نے کچھ سوچکر کہا۔ وہ کاغذات؟

علاقہ دار۔ ہاں۔ ہاں وہ کہاں ہیں۔ ہٹالو۔ یہ تسلے ہٹالو۔ اب تو یہ عورت کاغذات کا پتہ بتانا چاہتی ہے۔

مالک کی بیوی۔ کاغذات بتادوں تو کیا میری آنکھیں نہیں پھوڑی جائینگی۔

علاقہ دار۔ ہاں ہاں اور صرف یہی نہیں بلکہ معاویہ کے دربار سے انعامات کی مستحق قرار پائیگی اور تو اولاد سمیت ساری عمر مزے کرے گی۔

معاویہ کا نام سنکر مالک کی بیوی کو پھر طیش آیا۔ اور اس نے کہا۔

[illegible] نے مجھ کو دیا لیا تھا۔ [illegible] کے خیال سے میری ایمانی قوت مغلوب ہوگئی تھی شاید [illegible] جاتی۔ اور ان کا [illegible] میری زبان پر آجاتا۔ مگر تو نے معاویہ کا نام لے کر مجھکو اس گناہ

سے بچا لیا۔ میں تیرا احسان مانتی ہوں کہ عین نیت کے ڈگمگانے کے وقت تونے اس شخص کا نام لے دیا جسکے نام اور انعام سے مجکو اتنی ہی زیادہ نفرت و عداوت ہے جتنی اپنے وجود کی راحت و سلامتی سے محبت ہے پھوڑ ڈال آنکھیں پھوڑ ڈال۔ کہ اب میرا ایمان آنکھوں کو قربانی میں مانگتا ہے۔

علاقہ دار نے حکم دیا۔ اور تکلے پھر لائے گئے۔ مالک کی بیوی کی ہاتھ پاؤں چار آدمیوں نے پکڑ لیئے اور اسکو پچھاڑ کر لٹا دیا گیا۔ اور علاقہ دار نے خود وہ تکلے جو آگ میں تپ کر لال ہو رہے تھے اٹھائے اور دونوں گھٹنے اس بچاری کے سینہ پر رکھ کر چاہا کہ آنکھوں میں ان لال تکلوں کو گھونپ دے۔ مگر پھر اسے کچھ خیال آیا۔ اور اس نے ہاتھ روک کر کہا۔ اسکی بیٹی اور نواسہ کو دوسرے خیمہ سے یہاں لے آؤ۔ تاکہ وہ بھی اسکی آنکھوں کا پھوٹنا دیکھیں۔ چنانچہ وہ دونوں لائے گئے۔

فرحہ بنت مالک بن اشتر نے اپنی ماں کو۔ اور سعد بن طلحہ نے اپنی نانی کو اس حال میں دیکھ کر رونا اور چیخنا شروع کیا۔ تو علاقہ دار نے فرحہ سے کہا۔ اگر تو بتا سکتی یا کاغذات دے سکتی ہے تو تیری ماں کو ابھی رہائی دیدی جائے گی۔ فرحہ نے کہا۔ میرا وہی جواب ہے جو میں نے ابھی تم کو خیمہ میں دیا تھا۔ کہ مجھے کاغذات کا صرف اتنا علم ہے کہ وہ کاغذ تھے اور ان پر کچھ لکھا ہوا تھا۔

علاقہ دار۔ تو پھر وہ کہاں ہیں ؟

فرحہ بنت مالک۔ وہاں ہیں جہاں ان کو ہونا چاہیئے۔

علاقہ دار۔ کہاں ہونا چاہیئے۔

فرحہ۔ جہاں وہ ہیں۔

علاقہ دار۔ شاید تجکو میرے قہر و غضب کی خبر نہیں ہے جو ایسی گستاخانہ شرارت آمیز بات چیت کرتی ہے۔ یاد رکھو تم سب کا یہیں خاتمہ ہونے والا ہے۔

فرحہ۔ مجھے تیرے قہر و غضب کا حال اچھی طرح معلوم ہے۔ وہ شیطان کے قہر سے کچھ ہی زیادہ ہے اور مجکو یہ بھی یاد ہے کہ نہ صرف ہم مظلوموں کا اسی زمین پر خاتمہ ہونے والا ہے بلکہ تم سب ظالموں کا خاتمہ بھی اسی زمین پر ہوگا۔

علاقہ دار۔ او لڑکی زبان درازی نہ کر۔ اور بتا دے کہ تو نے اور تیری ماں نے علی کے پوشیدہ کاغذات کہاں رکھے ہیں۔ اور کسکو دئے ہیں۔

فرحہ۔ او کتے کے بچے تو بھی بھونکنا ترک کر۔ علی کے کاغذات انہی کو دے گئے اور وہیں رکھے گئے ہیں جہاں ان کا رکھنا اور جنکو ان کا دینا مناسب تھا۔

علاقہ دار کی ان باتوں میں تیکھے ٹھنڈے ہو گئے اور اسنے پھر ان کو گرم کر کے منگایا۔ اور مالک کی بیوی کو پچھاڑ کر تیکھے اسکی آنکھوں کے پاس لے گیا۔ عورت تھرتھرانے لگی۔ اور اس نے کہا:۔

"اے سورج گواہ رہیو علی کی محبت میں میری آنکھوں کا سورج غروب ہوتا ہے۔ اے آسمان تجکو گواہی دینی پڑے گی کہ میری آنکھیں علی کی بلندی قائم رکھنے کی خاطر پھوڑی جاتی ہیں۔ اے علی قربان تیرے نام پر اور صدقے ہزاروں آنکھیں تیرے کام پر"

یہ کہا اور چپکی ہو گئی۔ علاقہ دار نے دونو گرم گرم تیکھے اسکی آنکھوں میں پھیر دئے جس سے عورت کی ایک بے اختیار چیخ نکل گئی۔ اور آنکھوں سے بھی ایک چرچراہٹ کی آواز پیدا ہوئی۔ عورت نے بے تحاشہ علاقہ دار اور امیر معاویہ کو گالیاں دینی شروع کیں۔ اسپر علاقہ دار کو ایسا طیش آیا کہ اس نے وہ تیکھے آنکھوں میں دوبارہ گھونپ دئے۔ جسکے سبب خون کا فوارہ ابلنے لگا۔

مالک کی بیوی کو تڑپتا چھوڑکر۔ علاقہ دار نے فرحہ بنت مالک کے ہاتھ پاؤں بندھوائے اور اسکو جلتی ریت پر ڈلوا دیا۔ اور خود کوڑا لیکر کھڑا ہوا اور بچاری کو مار مار کر پوچھنا شروع کیا بتا وہ کاغذات کہاں ہیں۔ فرحہ نے وہی جواب دیا جو کتاب کے شروع میں مذکور ہوا تو علاقہ دار نے کہا۔ ابھی تو کہتی تھی کہ وہ کاغذ تھے اور ان پر کچھ لکھا تھا۔ اور وہ ان کو دیدے گئے جنکو دینے مناسب تھے اور اب کہتی ہے کہ میرے اور میری ماں کے پاس علی کا کوئی مخفی نوشتہ نہیں ہے۔ نہ ہم نے کسی کو دیا نہ کہیں چھپایا۔ تم شیعان علی کتنے جھوٹے ہوتے ہو۔

فرحہ۔ ہم جھوٹے نہیں ہیں۔ سچے ہیں۔ پہلے جو کچھ کہا تھا وہ بھی سچ ہے۔ اب جو کچھ کہتی ہوں وہ بھی جھوٹ نہیں ہے۔

اے سفاک! علی کو مخفی کاغذات کی ضرورت نہیں ہے۔ انکے کام سب صاف اور کھلم کھلا ہیں۔ وہ خفیہ حکمت عملیوں اور مکاریوں سے خلافت چلانی نہیں چاہتے۔ ان کو خلافت نام نمود اور حکومت کے شوق کے لیئے درکار نہیں ہے۔ وہ تو خدا رسول کے حقوق و فرائض اور مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت واشاعت اور تکمیل کے واسطے ایک عادل سلطنت کے طلبگار ہیں۔ انکو تمہارے بادشاہ کی طرح جاہ و حکمت کی تمنا نہیں ہے۔ سُن میں بتاتی ہوں علی کا پوشیدہ کاغذ قرآن ہے۔ اسکو ہم نے دیکھا۔ اور پڑھا اور جو اسکا اہل تھا اسکو دیدیا۔ اور وہ وہیں ہے جہاں اسکو رہنا چاہیئے۔

علاقہ دار نے کہا۔ لڑکی تو مجکو فریب دیتی ہے۔ یقیناً تجکو ان کاغذات کا علم ہے۔ بتا۔ ورنہ ابھی تیرے بچہ کو قتل کرتا ہوں۔

یہ کہہ کر اس نے سعد بن طلحہ کی ٹانگ پکڑ کر گھسیٹی۔ اور وہ بچہ منہ کے بل گر پڑا۔ علاقہ دار نے اسکو گھسیٹ کر اپنے پاس کھڑا کیا۔ اور دونوں ہاتھوں سے معصوم بچہ کا گلا گھونٹنے لگا۔ سعد کی آنکھیں گلا گھٹنے سے باہر نکل آئیں اور اس نے دونوں ہاتھ اپنی ماں کی طرف پھیلا دئے گویا وہ اس سے مدد مانگتا تھا۔ فرحہ نے اپنے لاڈلے کے ننھے ننھے ہاتھ پھیلے ہوئے دیکھ کر اور اسکے نازک بدن کو گلا گھٹنے کی تکلیف سے لرزتا اور تھرتھراتا پاکر غل مچانا اور رونا شروع کیا۔ فرحہ کے غل نے مالک کی بیوی یعنی فرحہ کی والدہ کو ہوشیار کر دیا۔ جو آنکھوں کی تکلیف میں بیہوش پڑی تھی۔ اور وہ بچاری ہئے ہئے میرا بچہ۔ ہئے ہئے میرا معصوم کہتی ہوئی کھڑی ہو گئی۔ اور جدھر سے فرحہ کی آواز آتی تھی ادھر دوڑی۔ اسوقت اسکے سر کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ آنکھوں کا خون چہرہ پر جم کر سیاہ ہوتا چلا تھا اور تازہ خون رس رس کر لال لال ڈورے اسکے رخساروں پر جاری ہوتا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھ آگے کو پھیلائے اور دوڑی علاقہ دار کے آدمیوں نے یہ دیکھ کر اسکے سر کے بال پیچھے سے پکڑ لیئے اور اس زور سے پیچھے کو جھٹکا دیا کہ وہ دوہری ہو کر پیچھے کو جھکی اور غش کھا کر پھر گر پڑی اور آنکھوں کا خون دوبارہ زور سے بہنے اور اُبلنے لگا۔

فرحہ نے ماں کی تکلیف اور بچہ کی تکلیف سے گھبرا کر کہا:۔

ٹھیرو ٹھیرو۔ میں کاغذات کا پتہ بتاتی ہوں۔ میرے بچہ کو نہ مارو۔ علاقہ دار نے یہ سنکر سعد کو چھوڑ دیا۔ اور وہ بچہ سہم کر دوڑا اور اپنی ماں سے آکر چمٹ گیا۔

علاقہ دار۔ بتا اور لڑکی علی کے کاغذ کا حال بتا۔ ورنہ ابھی تو بچہ سمیت حلال کردیجائے گی۔

فرحہ۔ اے ظالم میرا جسم اس گرم ریت سے جلا جاتا ہے۔ میرے ہاتھ پاؤں رسی کی تکلیف سے دکھے جاتے ہیں۔ اس اذیت میں میری زبان کام نہیں دیتی۔ تو مجھ کو کھول۔ اور سایہ میں بٹھا۔ جب بتاؤنگی۔

علاقہ دار۔ میں تیری مکاری کو جانتا ہوں۔ وقت گزارنے اور ٹالنے کے حیلے چھوڑ۔ اگر تو اپنی اور بچہ اور ماں کی زندگی چاہتی ہے تو کاغذات کا پتہ بتادے ورنہ زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھ میں ایسا احمق نہیں ہوں کہ تجھکو کھولدوں۔

فرحہ۔ اگر تجھکو میرا اعتبار نہیں ہے تو خدا میرا اعتبار کریگا۔ اور مجھکو تیرے ہاتھ سے رہائی دلوائے گا۔

علاقہ دار۔ خدا کو تیرا اور علی کا اعتبار ہوتا تو یہ دن نصیب نہ ہوتا۔

فرحہ۔ خدا اپنے بندوں کا امتحان لیتا ہے۔ یہ تکلیف ہمارا امتحان ہے تو اس پر گھمنڈ نہ کر۔

علاقہ دار۔ پھر وہی باتیں۔ میں فضول وقت ضائع کرنا نہیں چاہتا اگر تو نہیں بتانا چاہتی تو لے میں پہلے تیرے بچہ کو قتل کرتا ہوں اور پھر تجھکو اور تیری ماں کو ہلاک کرونگا۔

یہ کہہ کر علاقہ دار نے چاہا کہ فرحہ کے بچہ پر ہاتھ بڑھائے کہ یکایک ایک :۔

شتر مرغ شتر سوار

خیموں کے پیچھے سے نکلکر سامنے آیا۔ اور شتر مرغ نے نہایت فصیح عربی میں کہا۔ او عرب میں خدا کی مدد ہوں اور تم سب ظالموں کو تباہ کرنے آیا ہوں۔

شتر مرغ کو انسانی آواز میں بولتا۔ یہ گر علاقہ دار اور اسکے آدمی ڈر گئے۔ اور خوف کھاکر خیموں کے اندر بھاگ گئے۔

ان کے بھاگتے ہی دو سانڈنی سوار اور آئے اور انہوں نے فرحہ۔ اسکی ماں۔ اور بچہ کو اٹھاکر اپنے پاس بٹھالیا۔ یہ سوار انسانی صورت میں تھے۔ جب یہ سانڈنی سوار عورتوں کو سوار کرچکے اور چلے تو شتر مرغ نے بھی اپنا اونٹ کو دوڑایا۔ اور تھوڑی دیر میں تینوں اونٹ نظروں سے غائب ہوگئے۔

جب شتر مرغ شتر سوار اور سانڈنی سوار قیدیوں کو لے کر چلے گئے تو علاقہ دار نے اپنے آدمیوں سے کہا۔ تم نے کچھ سمجھا کہ اونٹ پر شتر مرغ کیونکر سوار ہوا۔ اور اس نے انسانی آواز میں بات چیت کس طرح کی۔ اسکے آدمیوں نے جواب دیا۔ علی ایک بڑے جادوگر ہیں یہ سب انکی ساحری کے تماشے تھے۔ ایک شخص نے کہا۔ تم لوگ نہایت احمق اور جاہل ہو۔ اونٹ پر شتر مرغ سوار نہ تھا بلکہ کوئی آدمی تھا جس نے شتر مرغ کی کھال اپنے اوپر ڈال رکھی تھی۔

علاقہ دار۔ یہ خیال غلط ہے۔ اگر وہ آدمی ہوتا اور اس نے شتر مرغ کی کھال اپنے اوپر ڈالی ہوئی ہوتی تو اتنی لمبی گردن اور پتلے پتلے پاؤں کیونکر قائم رہتے۔ میں نے خود دیکھا کہ جب شتر مرغ نے بات کی تو اسکی چونچ کھلی اور اسکے پاؤں بھی شتر مرغ کے سے تھے۔

علاقہ دار کا ملازم۔ یہ آپنے درست فرمایا۔ مگر یہ بھی آپنے دیکھا ہوگا کہ شتر مرغ کے ہاتھ بھی تھے۔ جس سے وہ اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے تھا۔ حالانکہ شتر مرغ کے صرف دو پاؤں ہوتے ہیں۔ ہاتھ نہیں ہوتے۔

علاقہ دار۔ ہاں یہ تو تم سچ کہتے ہو اسکے ہاتھ پروں میں پوشیدہ مہار پکڑے ہوئے تھے مگر تم نے لمبی گردن اور پیروں کا جواب نہ دیا۔

ملازم۔ یہ کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ گردن کے اندر لوہے کی سلاخ لگا دی ہوگی جس سے وہ سیدھی رہی۔ اور چونچ کھولنے کے لیے تاروں سے کام لیا ہوگا۔ اور پاؤں بھی بناوٹی ہونگے۔

علاقہ دار۔ تمہاری اس بات سے تو مجکو بھی شبہ ہوتا ہے۔ تو آؤ چلو ہم گھوڑوں پر سوار ہو کر چلیں اور ان لوگوں کو تلاش کریں۔ ہم نے بڑی غلطی کی۔ اور بہت دھوکا کھایا۔ شتر مرغ شتر سوار سے ڈرنے کی کوئی بات نہ تھی۔

یہ کہکر وہ سب گھوڑوں پر سوار ہوئے اور شتر سواروں کے نشانات قدم پر گھوڑے ڈال دیئے۔

دوسرا باب

ریحانہ کا سفر شام

شتر مرغ صاحب! ذرا ٹھیریئے۔ اس صحرائی پیاسے کو اکیلا نہ چھوڑیئے۔ مانا کہ آپ بڑے شہسوار ہیں۔ مگر پیدلوں کی رعایت بھی کرنی ضروری ہے۔

ریحانہ نے اونٹ پر سے مُڑکر جابر کو دیکھا۔ اور مسکرا کر کہا۔ تم بہت آہستہ چلتے ہو۔ مجھے ڈر ہے دشمن ہمارا تعاقب کرینگے۔ اسواسطے ہمکو جلدی چلنے کی ضرورت ہے۔

جابر۔ میں اس جلدی کی وجہ کو سمجھتا ہوں۔ اور اس سے بھی زیادہ مجکو فرحہ کی والدہ کا خیال ہے کہ انکی آنکھوں کے زخموں کا علاج نہ کیا گیا تو شاید جان کو خطرہ پہنچیگا۔ اسواسطے ہم کو اگلی منزل پر طبیب کا بندوبست کرنا چاہیئے۔ اور وہ جب ہی ہو سکتا ہے۔ کہ فرحہ کے آنے سے پہلے ہم منزل پر پہنچ جائیں۔ اور طبیب کو تیار کریں

ریحانہ۔ ہم تم فرحہ سے پہلے ہرگز نہیں پہنچ سکتے۔ کیونکہ ان کو بالکل غیر معروف مگر بہت ہی قریبی راستے سے روانہ کیا گیا ہے تاکہ دشمنوں سے محفوظ رہیں۔ ہم کو اگر دشمنوں نے دیکھ لیا تو پہچان نہ سکیں گے۔ کیونکہ اب ہم شتر مرغ کے ڈول سے نکلکر آدمی کے ڈول میں آگئے ہیں۔ پھر بھی احتیاط کرنی چاہیئے۔

تم سے میں نے کہا تھا کہ حریفوں کا ایک اونٹ لیلو جو راستہ میں اکیلا کھڑا تھا مگر تم نے کچھ خیال نہ کیا۔ اور پیدل ہی رہے۔ شائد تم نے خیال کیا ہوگا کہ ریحانہ اپنے اونٹ پر مجکو جگہ دیدیگی لیکن یہ کبھی نہیں ہوسکتا۔

جابر۔ میں کب کہتا ہوں کہ کبھی یہ ہوسکیگا کہ میں آپکے اونٹ کو چلاؤں اور آپ میرے پیچھے آرام سے بیٹھی رہیں۔ میری غرض تو یہ ہے کہ اونٹ کو ذرا آہستہ چلایئے۔ اور مجکو اکیلا نہ چھوڑ جایئے۔

ریحانہ۔ میں آپکے اکیلے رہ جانے کا خیال کروں یا اپنی والدہ اور بہن فرحہ تک پہنچنے کو دیکھوں۔ مرد ذات ہو دوڑکر چلو۔

جابر۔ کتنا دوڑوں۔ آپ تو ہوا سے باتیں کرتی ہوئی چلتی ہیں۔ اور ہاں ریحانہ۔ پھر ایسا موقع میسر آئیگا

کہ میرے تمہارے سوائے تیسرا کوئی نہو۔

ریحانہ۔ اگر ایسا موقع کبھی نہ ملے تو میرا کچھ حرج نہیں ہوگا۔ کہو تم اس موقع سے کیا فائدہ اٹھانا چاہتے ہو۔ جلدی کہو۔ مگر جلدی چلد۔ باتوں میں مواستہ کا حرج نہ ہو۔

جابر۔ تمہاری اس بے رخی سے جو غالباً تم مصنوعی طور سے ظاہر کرتی ہو مجھے بہت صدمہ ہوتا ہے اگر مجھکو اور تم کو ایسے تخلیہ کا موقع کبھی نہ ملے تو کیا واقعی تم کو اسکا افسوس نہ ہوگا کیا سچ مچ تم نے ابتک میرے سچے میلان طبع کا یقین نہیں کیا۔

ریحانہ۔ دیکھو جابر۔ تمہاری نظر اس عمر کے جس پہلو پر جاتی ہو میں اس سے قطعاً بے خبر رہنا چاہتی ہوں مجھے حضرت علی کے دشمنوں سے انتقام لینے کے سوا اور کسی خیال کو دل میں جگہ دینے کی فرصت نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ تمہارے دل میں میرا کچھ خیال ہو مگر افسوس ہے کہ میں باوجود اسکے کہ اپنے محبت کرنے والے کی قدر کرنی ضروری سمجھتی ہوں آج کل سوائے اسکے کہ شام پہنچوں اور دشمنان حضرت علی کو پامال کروں۔ اور کوئی بات دیکھنی۔ سننی۔ کہنی۔ اور دل میں رکھنی نہیں چاہتی۔ اے جابر تمہاری ہمراہی میں نے صرف اسوجہ سے قبول کی کہ تم حضرت علی کے سچے محب ہو۔ اور دشمنوں کو زک دینے کا جوش دل میں رکھتے ہو اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ملک شام اور وہاں کے امیروں کے اندرونی حالات کا تم کو علم ہے۔

میں اپنے باپ مالک بن اشتر کے والی مصر بنائے جانے سے پہلے ہی دمشق پہنچنے اور ایک بڑا کام انجام دینے کی تجویز کر چکی تھی۔ اور میری بہن فرحہ نے بھی میرے ساتھ چلنے کا قصد کر لیا تھا۔ کیونکہ وہ بیوہ تھی۔ اور خانگی زندگی کا بکھیڑا اسکے ذمہ نہ تھا۔

اگر ہمارے والد مصر پہنچ جاتے تو بھی ہم وہاں سے فوراً واپس آکر شام جانے کا قصد کرتے۔ اور اب تو دوہرا فرض ہم پر شامیوں سے بدلہ لینے کا ہے۔ ایک اپنے آقا امام کی نصرت اور دوسرے اپنے باپ کے خون کا عوض۔

تم نے اس عرصہ میں جس قسم کی شرافت اور موانست کا اظہار کیا اسکو میں اچھی طرح سمجھ گئی ہوں۔ اور میرا دل تمہاری منکا ہو چکا خلاصہ کہ واپس کرنا نہیں چاہتا مگر جابر۔ .... اتنا کہہ رہی تھی کہ

آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اور جابر نے بے اختیار ہو کر کہا۔

جابر۔ ریحانہ تم دل کو بھاری نہ کرو۔ بے شک باپ کی موت اور والدہ کی آنکھوں کا صدمہ بہت سخت واقعات ہیں۔ مگر عنقریب شام کے ملک میں ایک بڑا انتقام تمہارے دلکو تسلی دیگا۔ میں نے جو ارادہ کیا ہے وہ اتنا بڑا ہے کہ جب وہ پورا ہو گا تو تم خوشی میں دیوانی ہو جاؤ گی۔ اور مجکو بے حجابانہ گلے لگا کر شکریہ ادا کرو گی۔ اور مجھے یقین ہے کہ خدا بھی مجھ سے راضی ہو گا کہ میں اپنے امام کی خدمت ادا کرونگا۔

لیکن تم کو میرا دل ہاتھ میں لینے کی ضرورت ہے۔ تم ایسی سرد مہری کی باتیں نہ کیا کرو جس سے میرے دل میں مایوسی پیدا ہو۔

ساشہ۔ مجھے تمہاری باتوں میں صداقت کا اثر معلوم ہوتا ہے۔ کیا تم دمشق میں کوئی بہت ہی بڑا کام کرنا چاہتے ہو۔ کیا وہ قتل معاویہ سے بھی بڑا ہے۔ جسکو میں نے اپنے لیے اور فرحہ کیواسطے تجویز کیا ہے۔

جابر۔ ہاں میں نے ایسا ارادہ کیا ہے جو تمہارے ارادے سے بڑا ہے۔ میں بنی امیہ کے تمام بڑے بڑے آدمیوں کو زہر سے ہلاک کر دینا چاہتا ہوں۔ کیونکہ ایک معاویہ کے مرجانے سے حضرت علی کی دشمنی اور حق و عدل کی عداوت کا خاتمہ نہیں ہو سکتا۔ بنی امیہ میں جتنے آدمی حکومت اور لڑائی کا دماغ رکھتے ہیں ان سب کو مار ڈالنا چاہیئے۔

ریحانہ۔ بیشک جابر یہ تو بہت بڑا ارادہ ہے۔ خدا تم کو کامیاب کرے۔ مگر کیا تم نے حضرت علیؓ سے اسکا فتویٰ لے لیا ہے۔ کیونکہ وہ کوئی کام بغیر قرآن و اسلام کے نہ خود کرتے ہیں نہ دوسروں کو کرنے دیتے ہیں۔ میں نے بھی ایک تجویز ان کی خدمت میں پیش کی تھی۔ جب کہ صفین میں امیر معاویہ نے حضرت علی کے ساتھ عمرعاص کے مشورہ سے فریب کیا تو میں نے حضرت علی سے عرض کیا تھا کہ آپ اجازت دیں تو میں خفیہ طور سے امیر معاویہ اور عمرعاص کو زہر سے ہلاک کرا دوں۔ مگر حضرت علی نے اسکی اجازت نہ دی اور فرمایا کہ ہر خون حشر کے دن زیر پرسش ہو گا کہ کس وجہ سے بہایا گیا۔ معاویہ اور عمرعاص کی نسبت ابھی میں مخفی قتل کا فتویٰ نہیں دے سکتا۔ البتہ میدان جنگ میں مارے جائیں تو بات دوسری ہے۔

جابر۔ نہیں ریحانہ میں نے حضرت علی سے تو نہیں پوچھا۔ یہ کہتے وقت جابر کے چہرہ پر گھبراہٹ سی طاری ہوئی جسکو ریحانہ نے تعجب سے دیکھا اور کہا:۔

ریحانہ۔ جابر تم نے سنا ہوگا میں مالک ابن اشتر کی بیٹی ہوں۔ کیا تم اسکو جانتے ہو۔

جابر۔ یہ تم کیسی باتیں کرتی ہو کیا میں پندرہ دن سے تمہارے ہمراہ نہیں ہوں۔ اور سب حالات اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھے۔ بے شک تم مالک کی چھوٹی بیٹی ہو۔

ریحانہ۔ تو بس اسکو یاد رکھو۔ بھول نہ جانا۔ کہ مالک بہت دور اندیش اور ہوشیار آدمی تھا علاقہ دار کے ہاتھ سے زہر کھاکر مر جانا ایک اتفاقی بات تھی ورنہ کبھی دھوکہ نہ کھا سکتا تھا۔

جابر۔ میں نہیں سمجھا۔ اس ہدایت سے تمہاری کیا غرض ہے۔ یہ کہتے وقت پھر جابر کے چہرہ پر اضطراب طاری ہوا۔ اور ریحانہ نے اسکو دیکھا مگر وہ دانستہ اسکو ٹال گئی۔

منزل کے قریب دونوں منزل پر پہنچے۔ جہاں فرحہ اسکی والدہ اور بچہ پہلے سے موجود تھے۔ جابر اور ریحانہ نے بھی وہیں قیام کیا جہاں یہ لوگ ٹھیرے ہوئے تھے۔ ریحانہ نے اپنی والدہ کا حال پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ زخموں کی تکلیف سے بے ہوش ہے۔ اور راستہ میں بڑی تکلیف کا سامنا رہا۔ ریحانہ نے جابر سے کہا آبادی میں کوئی جراح ہو تو لاؤ۔ جابر فوراً باہر گیا۔ جب باہر چلا گیا تو ریحانہ نے فرحہ سے کہا مجھکو اس شخص پر شک ہو کہ یہ امیر معاویہ کا جاسوس نہ ہو۔ فرحہ نے کہا۔ اس نے ہماری ایسی خدمت کی ہے۔ کہ کسی طرح یہ شک اسپر نہیں کیا جا سکتا۔ یہ باتیں ہو رہی تہیں کہ جابر جراح کو لیکر آیا۔ اور جراح نے کچھ دوا فرحہ کی والدہ کی آنکھوں پر لگائی۔ اور چلا گیا۔ جابر بھی عورتوں سے الگ ایک بیرونی حصہ میں جاکر سو گیا۔ صبح کو یہ لوگ بیدار ہوئے تو دیکھا کہ فرحہ کی والدہ مری پڑی ہے۔ پہلے تو یہ سب خوب روئے۔ اسکے بعد اسی آبادی کے قبرستان میں اسکو دفن کرکے آگے روانہ ہوئے۔

جب دمشق ایک منزل رہ گیا تو جابر نے درد سر کی شکایت کرکے کہا کہ دو روز یہاں قیام کرنا چاہیئے۔ فرحہ اور ریحانہ نے اسکو قبول کر لیا۔

رات کو جابر سوتا تھا کہ ان عورتوں نے دیکھا کہ سوتے میں اپنے پاؤں کو زور زور سے ہلاتا ہے

فرحہ و ریحانہ بھی بظاہر سوتی تھیں مگر جابر کی اس حرکت کو انہوں نے دیکھا۔ اور خیال کرتے کرتے ان کو معلوم ہوا کہ جابر کے پاؤں میں کوئی ڈورا بندھا ہوا ہے۔ اور پاؤں کی حرکت سے وہ ڈورا بھی ہلتا ہے ڈورا مکان کے باہر تک پھیلا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ عورتوں کو جابر کی اس حرکت سے شبہ ہوا۔ مگر سوائے خاموشی کے اور کوئی چارہ انکو نظر نہ آیا۔ تاہم وہ ہوشیار ہو گئیں اور کسی خطرہ کی آمد کا انتظار کرنے لگیں

تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے دیکھا کہ چار آدمی سیاہ لباس پہنے ہوئے مکان کے اندر آئے اور انہوں نے آتے ہی جابر کو پکڑ کر باندھ لیا۔ اور اسکے بعد عورتوں کو بھی گرفتار کر لیا گیا۔

جابر کی نسبت فرحہ اور ریحانہ کو پکا شبہ ہو گیا تھا کہ وہ جاسوس ہے مگر جابر گرفتار ہونے کے بعد سیاہ پوش لوگوں سے اس طرح گفتگو کرتا تھا گویا اسکو ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور وہ ناگہاں اس آفت میں مبتلا ہو گیا ہے۔

سیاہ پوش آدمیوں نے عورتوں اور جابر کو کالے چادروں میں باندھ لیا۔ اور مکان کے باہر لے جہاں چند اونٹ تیار کھڑے تھے ان کے کجاووں میں یہ قیدی ڈال دیئے گئے۔ اور اسوقت یہ اونٹ کسی نامعلوم سمت کو روانہ ہو گئے۔ فرحہ اور ریحانہ اور فرحہ کا لڑکا ایک ہی اونٹ پر سوار تھے۔ فرحہ نے ریحانہ سے کہا۔ معلوم ہوتا ہے ہمارے ہمراہی جاسوس نے ہمکو اس بلا میں پھنسایا ہے۔

ریحانہ۔ میں کچھ نہیں سمجھ سکتی۔ البتہ مجھے شک ضرور ہے۔ کہ جابر کا اس معاملہ میں کچھ دخل ہے۔

فرحہ۔ اب شک نہیں یقین کرنا چاہیئے۔ کیا تم نے ڈورا نہیں دیکھا۔ جو جابر کے پاؤں میں تھا اور اسکے ہلانے سے یہ سیاہ پوش اندر آئے۔

ریحانہ۔ خیر خاموش رہو۔ اور مستعدی سے آیندہ حالت کا انتظار کرو۔ اب یہ بحث کرنے کا موقع نہیں ہے +

تیسرا باب

سات برس کا پرانا عاشق

صبح کے وقت اونٹ ایک آبادی میں داخل ہوئے جو بہت چھوٹی سی بستی معلوم ہوتی تھی لیکن مکانوں کی ستھرائی اور باغوں کی خوشنمائی سے معلوم ہوتا تھا کہ یہاں کوئی دولتمند شخص رہتا ہے۔

اونٹ ایک شاندار مکان کے سامنے ٹھہر گئے۔ اور چند رومی غلاموں نے جابر کو اور عورتوں کو اونٹوں سے اتار کر ایک مکان میں پہنچایا جہاں ہر قسم کا مکلف اسباب خانہ داری موجود تھا۔

کچھ دیر کے بعد غلاموں نے ریحانہ اور جابر کو وہاں سے اٹھا لیا اور کہیں اور لے گئے فرحہ اور اسکے لڑکے کو وہیں چھوڑ دیا۔

فرحہ حیران تھی مگر سیاہ چادرہ سے اسکے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے۔ فقط چہرہ آزاد تھا وہ مکان کو اور اس تماشہ کو حیرت سے دیکھ رہی تھی کہ ایک عورت آئی اور اس نے عربوں کے دستور کے موافق فرحہ کو مرحبا واہلا وسہلا کہہ کر چادرہ کی قید سے رہائی دی۔ اور کچھ میوہ اس کے سامنے لاکر رکھا اور اسکے لڑکے سے کہا کہ آؤ میاں صاحبزادے اپنی والدہ کے پاس بیٹھو اور میوہ کھاؤ۔

فرحہ۔ کیا تم بتا سکتی ہو کہ میں کس شہر میں اور کسکے مکان میں ہوں اور مجھکو یہاں کس غرض سے لایا گیا ہے۔

خادمہ عورت۔ یہ دمشق کے قریب ایک بستی ہے جہاں یزید ابن ابی سفیان کے صاحبزادہ خالد رہتے ہیں۔ اور انہی کی طرف سے میں آپکی میزبانی پر مقرر ہوئی ہوں۔

فرحہ۔ مگر ہم کو قیدیوں کی طرح لانے کی کیا وجہ پیش آئی۔

خادمہ۔ آپ مالک ابن اشتر جیسے سپاہی کی بیٹی ہیں اور سپاہی کو سپاہیانہ شان سے لانا چاہئے تھا

فرحہ۔ یہ سپاہیانہ شان نہیں ہے بلکہ چوروں اور ڈاکوؤں کا سا طریقہ ہے۔

میں آپکا چوری شدہ مال ہوں

خادمہ نے فرحہ کی بات کا کچھ جواب نہ دیا اور ہنستی ہوئی اٹھکر بھاگ گئی اور فرحہ کی پشت پر سے کسی نے آواز دی۔ جی ہاں آپ سچ کہتی ہیں یہ طریقہ چوروں کا سا ہے۔ اور دیکھئے میں آپ کا چوری شدہ مال ہوں جسکو آپنے سات برس پہلے چرایا تھا۔ تو کیا چوروں کو قید کرنا جائز نہیں ہے۔

فرحہ نے پیٹھ پھیر کر دیکھا کہ ایک خوبصورت جوان یمنی حریر کی چادر کندھے پر ڈالے۔ سبز ریشمی عمامہ باندھے کالی کالی زلفیں لٹکائے کھڑا ہے اور مسکرا مسکرا کر یہ باتیں کرتا ہے۔

فرحہ نے حیا سے اپنی چادر کا سرا چہرہ پر جھکا لیا۔ اور کہا۔ مجکو نامحرم مردوں سے بات کرنے کا کبھی اتفاق نہیں ہوا۔ خدا آپ کو چاند کی طرح روشن رکھے غیر عورت کے پاس سے ہٹ جائیے

خالد بن یزید۔ فرحہ تم غیر آدمی کے گھر میں نہیں ہو۔ اگرچہ میں ایک اموی شخص ہوں مگر حضرت علیؑ کا دوست اور خیر خواہ دل میرے سینہ کے اندر ہے۔ میں تمہارے سامنے ایک نہیں بلکہ دو خونوں کی فریاد لایا ہوں۔ کیا تم ان کا فیصلہ کرنا چاہتی ہو۔

فرحہ۔ میں نہیں سمجھی کہ یہ غیر آدمی کا گھر کیوں نہیں ہے۔ اور ابوسفیان کا پوتا حضرت علیؑ کا دوست کیونکر ہو سکتا ہے۔ اور وہ دو خون کون سے ہیں۔ کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ عورت فریاد کیا کرتی ہے فریاد سنا نہیں کرتی۔

خالد بن یزید۔ جناب فرحہ صاحبہ کلمہ توحید کی شرکت کے سبب میں تمہارا اپنا ہوں غیر نہیں ہوں۔ اور ابوسفیان کا پوتا حضرت علیؑ کا دوست اسی طرح ہو سکتا ہے جس طرح ابولہب کا بھائی ابوطالب رسول خدا کا دوست ہو سکا تھا۔ وہ دو خون تم سے پوشیدہ نہیں ہیں ایک تو آج ہوا ہے اور ایک سات برس پہلے ہوا تھا۔ جبکہ تم نے خالد کی درخواست نکاح کو اموی ہونے کے سبب رد کر دیا تھا حالانکہ تم کو معلوم تھا کہ خالد تم سے محبت کرتا ہے اور دوسرا خون یہ کیا کہ بنی امیہ کو قتل کرنے کے قصد سے آئیں اور دمشق کے اندر جانے سے پہلے محلہ کہ کچھ نہ پایا وہ اموی نہیں ہوں بے خطا ذبح کر ڈالا۔

فرحہ کو خالد بن یزید کی فصیح و بلیغ مگر محبت کے نشتروں سے آراستہ تقریر نے حیران کر دیا۔

اسکو یاد آگیا کہ بیشک خالد نے مجھ سے نکاح کی خواہش کی تھی۔ اور میں نے اموی ہونے کے سبب قبول نہ کیا تھا۔ لیکن میں نے اپنی ایک سہیلی سے کہا تھا کہ میں خالد کی صورت و سیرت کو پسند کرتی ہوں مگر نسب کو پسند نہیں کر سکتی۔

فرحہ کو یہ خیال آیا تو وہ پسینہ پسینہ ہوگئی۔ اسکا دل دھڑکنے لگا۔ وہ بھول گئی کہ میں کسی بڑے ارادے سے آئی ہوں اور فطرت کے نسوانی جذبہ نے اسکو خالد کے سامنے مغلوب کر دیا۔ اور اس کے دل میں خالد کی محبت کا ایک ولولہ شدت کے ساتھ پیدا ہو گیا۔ مگر اسنے خیال کیا۔ کہ اسمیں کچھ فریب نہو۔ کیونکہ خالد کو میرا یہ بھید معلوم ہے کہ میں امیر معاویہ کو قتل کرنے کے ارادہ سے آئی ہوں۔ شاید خالد نے طعن کے طور پر مجھ سے یہ باتیں کی ہیں۔

ان خیالات میں کچھ دیر خاموش رہ کر فرحہ نے کہا۔

جناب عالی۔ مجھے یاد آیا کہ میں نے ایکدفعہ خیال کیا تھا کہ آپ برے آدمی نہیں ہیں۔ مگر کیا ضرور ہے کہ اب بھی میرا وہی خیال قائم ہو۔ معلوم ہوتا ہے آپ کو اپنے جذبات بیان کرنے کا ہنر بہت عمدگی سے سکھایا گیا ہے۔ یا شاید آپ عورتوں سے بات کرتے وقت باتوں کی مبالغہ آمیز شاعری خوب کر سکتے ہیں۔ ہاں جناب جب اموی پر قابو پا ؤنگی اسکو قتل کر ڈالونگی۔ مگر آپ جبکہ اموی ہونے سے انکار کرتے ہیں تو کیونکر بنی امیہ کی دشمن عورت کے ہاتھ سے ذبح ہو سکے؟

میرا دل دکھا ہوا ہے۔ اسی مہینہ میں اموی سفاکوں نے میری ماں باپ کو قتل کیا ہے کیا مالک کی انتقام پرست لڑکی سے آپکو ڈر نہیں لگتا جو اسکے سامنے آپ میل جول کی محبت ظاہر کرتے ہیں۔ میں اس عارضی خیال کی بنا پر جو شاید کبھی میرے دل میں آپکے حسن و جمال اور کمالات کی شہرت کے سبب پیدا ہوا ہوگا۔ آپ کو اس قابل دیکھتی ہوں کہ اپنے خونی اور خوفناک قصد سے بچنے اور محفوظ رہنے کا مشورہ دوں۔ کہ جسکو ایک دفعہ محبت سے یاد کیا گیا ہو [illegible] ڈالنی یکایک آسان نہیں معلوم ہوتی۔

مصیبتوں نے مجھکو پتھر بنا دیا۔ اور میں کتنی بلدی بے غیرتی سے نامحرم کے سامنے بولنے

لگی۔ مگر امید ہے کہ میرے اس فوری جواب سے آپ کو اس خیال کے تبدیل کرنے میں آسانی ہوگی جو میرے یہاں منگوانے کا باعث ہوا ہے۔ آپکی مہربانی ہو اگر آپ یہاں سے اٹھ کر باہر چلے جائیں کیونکہ مجکو غیر مرد کے ساتھ ایک مکان میں تنہا بیٹھنے سے شرم آتی ہے۔

خالد۔ مجھے خوش ہونا چاہیئے اپنی قسمت پر کہ مالک ابن اشتر کی بیٹی کے دل میں کسی وقت میری صورت یا سیرت کے بارہ میں اچھا خیال گزرا تھا حالانکہ شیعان علی خصوصاً قاتلان عثمان کے دل اموی خاندان کے کسی خوبی کو دیکھنا اور خیال میں لانا شرک کفر سے بدتر سمجھتے ہیں۔ اے فرحہ میں جانتا ہوں تم اس باپ کی بیٹی ہو جس نے حضرت عثمان کے قتل میں بڑا حصہ لیا تھا۔ اور جو بنی امیہ کا حضرت علی سے بھی بڑا دشمن تھا۔ مگر عشق ایک ایسا مذہب ہے جو مذہبی۔ خاندانی اور تمام جسمانی اور روحانی عداوتوں کو طاق پر رکھوا دیتا ہے۔ میں نے برسوں اس مسئلہ پر غور کیا مگر دشمن کی بیٹی کا خیال میرے دل سے دور نہ ہو سکا۔

کہنے اور دیکھنے میں فرحہ میری قید و حراست میں ہے لیکن حقیقت میں خالد فرحہ کا قیدی اور نظر بند ہے۔ اگر وہ اموی خون کی دشمنی کے سبب مجکو ہلاک کر دینا چاہیگی اور اسکا دل میرے خون بہانے سے خوش ہوگا تو میں بے تامل اپنا خون اسکو معاف کر دونگا۔ اگر وہ فرحہ تم ہی ہو تو لو یہ خنجر حاضر کرتا ہوں۔ میرے سینہ میں مارو۔ میرا گلا کاٹو۔ میری آنکھیں پھوڑ دو جس طرح چاہے اسکو کام میں لاؤ۔ مجھے کچھ عذر نہ ہوگا۔

مجھے تمہاری مہربانت اور مہرفضل وحرکت کی اطلاع مل جاتی تھی۔ میں اسکو اچھی طرح سمجھ سکتا ہوں کہ تم مالک کی بیٹی اور میری دشمن ہو اور بنی امیہ کے تاجدار امیر معاویہ کا قتل تمہارا مقصد ہے مگر مجکو دل نے مجبور کر دیا اور اب مرنے کے لیے میں بالکل آمادہ ہوں۔

تم مجکو مشورہ نہ دو۔ تم اپنا ارادہ پورا کرو۔ اگر اب تمہارے دل میں وہ پہلا خیال نہیں رہا تو یہ ناحق مجکو سمجھاتی ہو۔ ایسی حالت میں کہ تمہارے دل نے میری محبت کو اپنے اندر سے نکال دیا۔ یہی بہتر ہے کہ میں مرجاؤں اور اس تکلیف کے احساس کے لیئے زندہ نہ رہوں۔

تم کہتی ہو تم نے جلدی اپنا خیال بے شرمی سے ظاہر کر دیا میں کہتا ہوں اگر تم کچھ نہ کہتیں تب بھی میری بدقسمتی ظاہر ہو جاتی۔ اچھا میں اگر غیر ہوں تو یہاں سے جاتا ہوں لیکن غیر آدمی کو گھر سے نہ نکالو بلکہ تن سے نکالدو اور یہ خنجر مجکو میرے بدن سے جلدی خارج کر سکتا ہے کیا تم میرے قتل پر آمادہ ہو۔ لو فرحہ یہ خنجر۔

فرحہ۔ بن خالد۔ زیادہ آگے نہ بڑھو۔ تم نے اس ملک کو فتح کر لیا جو فتح کے قابل نہ تھا۔ اس خنجر کو سامنے لانے کی ضرورت نہ تھی۔ اگر بات میں طاقت ہے تو میں نے تم کو ذبح کر دیا اور تم نے مجکو مار ڈالا۔ اب تم کو اس موت کے بعد اور مجکو اس ہلاکت کے پیچھے کچھ سوچنے اور غور کرنے کی ضرورت نہیں۔

خالد نے فرحہ کے یہ الفاظ سنے تو مسکراتا ہوا کھڑا ہو گیا۔ اور بولا۔ خدا نے مجھ پر رحم کیا۔ اپنے بچہ کو مجھے دو کہ اسکو میں پیار کروں۔ اور باہر جاؤں +

چوتھا باب

وردہ بنت یزید

تمہارا نام وردہ ہے۔ یقیناً تم گلاب کے پھول کی ایک پنکھڑی ہو۔ مگر جس درخت میں خدا نے تمہیں پیدا کیا وہ کانٹوں سے لبریز ہے۔

یزید ابن ابی سفیان کی بیٹی کو سب ہاشمی جانتے ہیں۔ اموی اور ہاشمی میں ایک دیوار کا فرق ہے۔ تم میں اور مجھ میں ایک ہی خون ہے مگر تمہارے خاندان نے حکومت کو مذہب اور کنبہ کی محبت سے بڑھا دیا ہے۔ تم لوگ تاجدار بن گئے۔ اور بنی ہاشم کو دنیا سے نابود کر دینا اپنا شعار بنا لیا۔ اب میں کیونکر یقین کروں کہ تم مجھ سے سچی محبت کرتی ہو کہ تم لوگوں کی سیاہی تلوار ہر وقت ہمارے حلقوم پر چلتی رہتی ہے [illegible] ہے تم کو خوب تحسین ہو اور ہر ایک سانحہ دشمنی [illegible] تم نے ہاشم [illegible] تمہارے [illegible]

موجودگی میں ایسا کوئی کام کرنے پر آمادہ نہیں ہوں جو ہاشمی عادت کے خلاف ہو۔

وردہ۔ سنو ابراہیم۔ اگر تم کو میرا اعتبار نہیں ہے تو معاویہ کا کٹا ہوا سر گواہی میں پیش کر سکتی ہوں کیا تم یہ شہادت چاہتے ہو۔

ابراہیم۔ نہیں میں ہاشمی ہوں اور ہاشمی ناروا خون بہانا پسند نہیں کرتے میری درخواست صرف یہ ہے کہ تم اس خیال کو دل سے نکال ڈالو۔

وردہ۔ میں سمجھی کہ تم کو بنت سرحون کے سامنے میری قدر و قبولیت سے انکار ہے۔ کیا وہ رومی عیسائی لڑکی ایک مسلمان عورت سے زیادہ ہے۔

ابراہیم۔ بنت سرحون کو میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ سرحون کے پاس میں کئی بار ایک ذاتی ضرورت سے گیا ہوں۔ اسکے لڑکے سے ملاقات ہے جو یزید بن معاویہ کے مصاحبوں میں ہے مگر سرحون کی لڑکی کو میں نہیں جانتا۔ رات زیادہ آئی تم کو اب گھر جانا چاہیئے۔

وردہ۔ اچھا میں جاتی ہوں۔ تم گھبراؤ نہیں۔ لیکن کیا مجھے بتا سکتے ہو کہ سرحون نے تم کو امیر معاویہ کے ان خاص منصوبوں کی بابت کچھ اطلاع دی جن کا تعلق حضرت علی سے ہے۔

ابراہیم۔ میں دمشق کسی تحقیقات کیواسطے نہیں آیا۔ سرحون بے شک امیر معاویہ کا میر منشی ہے مگر میری اسکی ملاقات ایک ذاتی معاملہ کے لیے تھی جسکا تعلق تجارت سے ہے۔ حضرت علی کے معاملات سے اسکو کچھ سروکار نہیں تھا۔

وردہ۔ شاید تم سچ کہتے ہو۔ اور بنت سرحون نے وہ خفیہ کاغذات کسی اور ابراہیم کو دئے ہوں وردہ کا یہ جملہ سنکر ابراہیم سناٹے میں رہ گئے اور انہوں نے گھبرا کر کہا۔ کیسے خفیہ کاغذات میں نہیں سمجھا۔

وردہ۔ پریشان نہ ہو جیئے جناب۔ آپ کو عورتوں کے دل پر قبضہ کرنا آتا ہے تو کاغذات پر قبضہ کیا دشوار ہے۔ کیا خارجیوں والی یادداشت آپنے بنت سرحون سے حاصل نہیں کی کیا وہ خفیہ کاغذات آپ کو نہیں ملے جو دربار دمشق اور سرداران کوفہ کے درمیان خفیہ طریقہ

سے ہوئی اور جسمیں خارجیوں کو حضرت علی کے خلاف لڑنے کے لیے روپیہ اور ہتیاروں کی مدد دینے کا معاہدہ ہوا تھا۔

ابراہیم۔ خارجی تو حضرت علی اور امیر معاویہ دونوں کے دشمن ہیں۔ تم کیا کہتی ہو۔ مجھے کسی خط وکتابت اور معاہدہ کا علم نہیں ہے۔

وردہ۔ ہاں خوارج امیر معاویہ کے بھی دشمن ہیں مگر حضرت علی سے مقابلہ کرنے کے لیے ان کے بعض سرداروں نے معاویہ کی پوشیدہ امداد قبول کر لی تھی۔

ابراہیم! تمہارے کام کا علم میرے سوا کسی کو نہیں ہے۔ اپنے سفر مدینہ کے بعد سے تمہارا خیال دل میں رکھتی ہوں۔ اور جب میں نے معلوم کیا کہ یہاں تم اپنے کام سے فارغ ہو چکے اور کوفہ جانا چاہتے ہو تو آج میں بے محابا تمہارے پاس چلی آئی اور صاف صاف جلدی سے اپنا ارادہ ظاہر کر دیا۔ میں سچ کہتی ہوں کہ امیر معاویہ کا سر کاٹ کر لا دینا مجھے مشکل نہیں۔ اور میں سچے دل سے تمہارے ساتھ کوفہ چلنے کو تیار رہوں۔

ابراہیم۔ پیاری وردہ۔ تم نے یہ سب باتیں معلوم کرلیں۔ میں تمہاری ذہانت کی داد دیتا ہوں۔ اور تمہاری محبت کا اقرار کرنے میں بھی مجکو تامل نہیں ہے مگر تم جانتی ہو کہ آجکل شام و کوفہ میں کس قسم کی کشمکش پڑی ہوئی ہے۔ بہتر یہی ہے کہ تم چند روز توقف کرو۔ اور کسی اچھے وقت کی راہ دیکھو جبمیں تمہارا کوفہ چلنا اور مجھ سے نکاح کرنا آسان ہو۔ تم دولت دنیا کے اعتبار سے بڑا درجہ رکھتی ہو اور میں حضرت علی کا ایک معمولی کارندہ ہوں گو ہاشمی نسب رکھتا ہوں۔ مگر مجکو حضرت علی نے دولت نہیں دی۔ پھر تم کیونکر میرے ساتھ بسر کرسکوگی۔ یہاں تم ملکہ کی طرح زندگی بسر کرتی ہو وہاں ایک غریب لونڈی کی طرح رہنا ہوگا۔

وردہ۔ ہاں ابراہیم مجھے سب کچھ معلوم ہے۔ مگر میں تم کو بتانا چاہتی ہوں کہ حضرت علی کے خلاف ایک گہری سازش ہوئی ہے جس میں وہ شاید قتل کر دیئے جائینگے۔ ان کے بعد جب انقلاب ہوگا تو تم جیسا لائق آدمی ایک بڑی جگہ حاصل کرسکتا ہے اور اسکے حاصل کرنے میں مجھ سے تم کو بہت مدد ملسکتی ہے

ابراہیم۔ توبہ توبہ۔ حضرت علی کے بعد بڑی جگہ کیسی میں زندہ رہنا بھی پسند نہیں کرتا۔ یہ جملہ ختم نہونے پایا تھا کہ

گرفتاری

ابراہیم نے تلواروں کی چمک اپنی پشت پر دیکھی اور سپاہیوں نے ابراہیم کو اور وردہ کو گرفتار کر لیا۔ رات بھر یہ دونوں ایک مکان میں مقید رہے۔ صبح کو امیر معاویہ کے سامنے پیش کئے گیے انہوں نے ابراہیم کو دیکھا تو مسکرا کر کہا۔ میرا کچھ قصور نہیں ہے۔ آپکی تکلیف و ناکامی کا باعث آپکی صورت ہے۔ اسی صورت نے بنت سرحون کو آمادہ کیا کہ اس نے پوشیدہ کاغذات اپنے باپ کے صندوقچہ سے چرا کر آپ کو دیدیئے اور اسی صورت نے بنت سرحون کی لونڈی کو اس مخبری پر آمادہ کیا اور یہ راز فاش ہو گیا کیونکہ وہ لونڈی بھی آپ کی صورت پر فریفتہ ہو گئی تھی اور نہیں چاہتی تھی کہ بنت سرحون آپکی مالک بنے۔ کہیں وردہ تو اس ہاشمی جاسوس کے پاس آدھی رات کے وقت کیوں گئی تھی۔

وردہ۔ امیر المومنین کو سب کچھ معلوم ہے۔ میں اس شخص کو باتوں میں لگا کر وہ کاغذات واپس لینا چاہتی تھی کہ خلافت کی خدمت ادا کروں۔ مجکو بھی بنت سرحون کی لونڈی نے اس راز سے آگاہ کیا تھا۔

امیر معاویہ۔ شاباش لڑکی۔ مگر کیا تجکو مدینہ کے سفر میں ابراہیم سے محبت پیدا ہو گئی تھی میں نے سب کچھ سنا ہے سچ سچ بتا۔

وردہ۔ امیر المومنین کے سر کی قسم میں ابراہیم کو پھسلانا چاہتی تھی ورنہ مجھے اس سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے۔

امیر معاویہ۔ اچھا جاؤ۔ اپنے گھر جاؤ۔

[illegible] بعد ابراہیم سے کہا۔ اب آپ جو سزا اپنے لیئے تجویز کرینگے وہی دیجائیگی کہ میں [illegible] ریشی فیاضی دکھانے کا عادی ہوں۔

ابراہیم۔ آپ کو اختیار ہے۔ مجھے آپکی فیاضی سے فائدہ اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ جو سزا آپ تجویز کریں مجکو قبول ہے۔

معاویہ۔ بہت اچھا۔ جب [illegible]

جاینگے۔ اسکے بعد قتل کی سزا دی جائے گی۔ کہ ایسے جاسوسوں کے لیے یہی مناسب ہے۔

یہ کہکر ابراہیم کو قید خانہ بھیجدیا گیا۔ اور بنت سرجون کے لیے سرجون کو حکم دیا کہ اسکو ہمارے حرم کے قریب نظر بند کیا جائے۔ اور عذرہ کی خاص طور سے نگرانی ہو۔ اور وہ ہماری خوابگاہ یا محل میں بے اجازت نہ آنے پائے +

پانچواں باب

عذرا بنت مسلم

اگر یزید نے میرے تحفہ کو قبول نہیں کیا۔ تو کچھ حرج نہیں مگر یہ بتا کہ اس نے واپس کرتے وقت کچھ کہا بھی یا یونہی اُلٹا دیدیا۔

لونڈی۔ جی نہیں۔ وہ مسکرائے۔ عمامہ کو چوما۔ اور ہاتھوں میں لے کر کچھ دیر اسکو دیکھتے رہے اور مجھ سے پوچھا کہ عذرا۔ باغ کی سیر کرنے نہیں جاتیں۔ میں جواب دینے نہ پائی تھی کہ اس نصرانی حکیم کی لڑکی آگئی جو دربار میں رہتا ہے اسکو دیکھتے ہی یزید نے یہ عمامہ مجکو دیدیا اور کہا لے جاؤ میں اسکو قبول نہیں کر سکتا۔ اور اس لڑکی سے باتیں کرنے لگے جو ایک کتا لیے ہوئے آئی تھی۔

عذرا۔ نصرانی حکیم کی لڑکی نے یہ عمامہ دیکھا۔

لونڈی۔ جی ہاں دیکھا۔ اور بہت خفگی کی نظروں سے دیکھا۔ اور جب یزید نے اسکو واپس دیا اور میں اسکو لے کر آنے لگی تو اس لڑکی نے مجھ سے کہا کہ اب اس گھر میں اس کام کے لیے اگر تم آئیں تو جان سلامت لے کر نہ جاؤ گی۔

عذرا۔ اللہ اکبر۔ اس نصرانی کتے کی لڑکی کا یہ حوصلہ ہوا کہ عرب کے سب سے بڑے بہادر شہسوار مسلم ابن عقبہ کی بیٹی کے پیام رساں سے ایسی گفتگو کی۔ یزید بن معاویہ۔ نہ اسکے دماغ کو بگاڑ دیا ہے۔ یزید کی محبت کا کچھ اعتبار نہیں۔ خیر کچھ ڈر نہیں ہے دیکھا جائے گا۔ اچھا جاؤ کوثر کو اندر بلا لو۔

لونڈی باہر گئی اور ایک حبشی غلام کو اندر لائی۔ عذرا نے اس سے کہا۔ تم خالد بن یزید بن ابوسفیان کے غلام جابر کو جانتے ہو۔ حبشی غلام نے سوچکر کہا۔ وہی جابر جو پہلے دربار کے خفیہ محکمہ میں نوکر تھا۔ عذرا نے کہا ہاں وہی۔ اب وہ خالد کے پاس رہتا ہے۔ تم آج کی رات خالد کے ہاں جاکر جابر سے ملو۔ اور اس سے کہو عذرا تم کو

ساڑھے سات سورج

کی دھوپ میں سلام کہتی ہے۔ جابر اس سلام کو سنکر اگر یہ کہے کہ

ساڑھے نو چاند

کا سلام میرا ابھی قبول کیا جائے تو تم وہاں ٹھیر جانا۔ اور پھر جو ہدایت جابر تم کو کرے اسکی تعمیل کرنا اور اگر جابر مسکراکر خاموش ہوجائے تو اسیوقت میرے پاس واپس چلے آنا۔

حبشی غلام۔ حضور خالد کا مکان دمشق سے فاصلہ پر ہے۔ فوراً واپسی کیونکر ہوسکتی ہے۔

عذرا۔ تم میری خچر لے جاؤ۔ مگر دیکھو باوا جان کو خبر نہ ہونے پائے حبشی نے کہا بہت اچھا ابھی تعمیل کی جائے گی۔

چنانچہ وہ حبشی غلام خچر پر سوار ہوکر خالد کے مکان پر پہنچا اور جابر کو تلاش کرکے عذرا کا پیغام اسکو پہنچایا۔ جابر نے کچھ جواب نہ دیا۔ نہ مسکرایا۔ بلکہ ایک گہرے فکر میں پڑگیا۔

حبشی غلام حیران ہوا کہ اب کیا کرے۔ کہ اتنے میں جابر نے سر اٹھاکر کہا:۔

سوا تین مریخ

بس تم جاؤ۔ میں کل صبح عذرا سے خود مل لوں گا۔ حبشی غلام کو بہت فکر ہوا کہ اب کیا کرنا چاہئے کیونکہ جابر نے عذرا کے بتائے ہوئے طریقہ کا کوئی جواب نہ دیا تھا۔ مگر وہ جابر کے کہنے سے واپس چلا آیا۔ اور عذرا سے آکر یہ پیغام کہدیا۔

دوسرے دن صبح کو جابر عذرا کے پاس آیا۔ اور ایک خفیہ جگہ اس سے ملاقات کی۔ عذرا نے کہا۔ جابر۔ کیا سوا تین مریخ کی ضرورت پر تم کو یقین ہے۔ جابر نے کہا۔ عذرا۔ اب

بغیر اسکے کچھ چارہ نہیں اور یہی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ عذرا نے سوا تین سو اشرفیاں اسکو لاکر دیدیں۔ اور کہا۔ یہ کام جلدی کا ہے جابر مجھے تم پر بہت بھروسہ ہے۔ جابر نے کہا عذرا تم بے فکر رہو۔

جابر عذرا کے پاس سے نکلا تو عذرا کی لونڈی جابر کے پیچھے پیچھے چلی اور بازار میں آکر اس نے جابر کو پکڑ لیا۔ اور کہا جابر تم بہت بے وفا ہو۔ اتنے دن سے تم کہاں تھے۔ جابر نے کہا۔ میں نے خالد کے ہاں نوکری کرلی ہے۔ کیا تم مجکو ابتک بھولی نہیں۔ لونڈی نے کہا یہ عادت تمہاری ہی ہے میں تو تم کو روز یاد کرتی ہوں۔

مگر جابر دیکھو تمہیں ہماری جان کی قسم سچ بتاؤ یہ ساڑھے سات سو سچ اور ساڑھے نو چابذ اور سوا تین مریخ میں کس بات کا اشارہ تھا۔

جابر۔ تو دیوانی ہے۔ یہ باتیں تیرے سمجھنے کی نہیں ہیں۔

لونڈی۔ اگر میرے سمجھنے کی نہیں ہیں تو تمہارے سمجھنے کی کیوں ہیں۔ کیا ہم تم دو ہیں اور کیا تم نے آجتک مجھ سے اپنا کوئی راز چھپایا ہے۔ امیر معاویہ کے دربار میں جب تم نوکر تھے تو جسدن کسی کو زہر دیا جاتا یا خفیہ قتل کا کوئی معاملہ ہوتا تو مجھ سے ضرور کہدیتے تھے۔ آج کیا ہوگیا کہ تمہاری سمجھ مجھ سے بڑھ گئی۔ شاید کوئی دوسری لونڈی نگاہ چڑھ گئی ہے۔

جابر نے ہنسکر کہا۔ اچھا کسی سے بیان نہ کرنا۔ ایک زمانہ میں عذرا اور یزید بن معاویہ کا بہت گہرا تعلق تھا اور عذرا یزید سے حاملہ ہوگئی تھی۔ حمل دیکھکر عذرا بہت ڈری کہ راز فاش ہوجائے گا اور اس نے مجکو بلاکر مشورہ کیا۔ کیونکہ شروع میں میرا عذرا سے تعلق رہ چکا تھا۔ میں نے کہا میں نصرانی حکیم سے دوا لادیتا ہوں جس سے یہ حمل ساقط ہوجائے گا۔

جب میں حکیم کے پاس گیا تو اس نے کہا میں نو سو اشرفیاں اس کام کی لوں گا۔

اور پچاس اشرفی میں دوا تیار ہوگی۔ میں نے کہا یہ بہت زیادہ ہے آخر ہوتے ہوتے ساڑھے سات سو درہم پر معاملہ طے ہوگیا۔ اور میں نے عذرا سے آکر کہا کہ وہ ساڑھے نو چاند مانگتا تھا میں نے ساڑھے سات سورج پر معاملہ کیا ہے۔ عذرا نے حیران ہوکر اس رمز کو پوچھا اور کہا میں بالکل نہیں سمجھی تو میں نے کہا کہ سورج سفید ہے اسواسطے چاندی کے درہم میں نے اس سے مراد لیے اور چاند زرد ہے اور اسمیں اشرفیوں کا اشارہ ہے۔ عذرا اس لطیفہ سے اس قدر خوش ہوئی کہ اس نے کہا کہ سوا تین مریخ تجکو انعام دونگی۔ یہ کہہ کر اسنے ساڑھے سات سو درہم حکیم کے لیے اور سوا تین سو اشرفیاں میرے لیے دیدیں۔

اسکے بعد ہماری اسکی پوشیدہ اصطلاح ہوگئی کہ جب کوئی مخفی کام اسکو مجھ سے لینا ہوتا تو ساڑھے سات سورج اور ساڑھے نو چاند اور سوا تین مریخ کے الفاظ سے پیام سلام ہوتے تھے۔ آٹھ دن ہوئے اس نے مجکو بلایا اور کہا کہ یزید بن معاویہ مجھ سے برگشتہ معلوم ہوتا ہے۔ اور نصرانی حکیم کی لڑکی سے تعلق پیدا کرلیا ہے تم اس لڑکی کے قتل کرنے۔ یا کہیں غائب کرا دینے یا دونوں میں جدائی ڈلوا دینے کی کوئی تدبیر کرسکتے ہو یا نہیں۔ میں نے کہا میں سوچکر جواب دونگا۔ اگر غائب کرانا ممکن ہوا تو سوا تین سو اشرفیاں درکار ہونگی۔ اور قتل کی ضرورت ہوئی تو ساڑھے نو سو اشرفیاں اور تفرقہ ڈالنا کافی سمجھا گیا تو ساڑھے سات سو درہم۔ اسپر عذرا نے کہا آٹھ دن ٹھیر جاؤ۔ میں اپنی تدبیر کرلوں۔ اسمیں کامیابی نہوئی تو غلام کو بھیجوں گی اور اس سے یہی مقررہ الفاظ کہونگی۔ مگر جابر میں تو صرف قتل یا جدائی پسند کرتی ہوں۔ غائب کردینا مجھے ہمیشہ اندیشہ میں رکھے گا۔ چنانچہ میں نے بھی اس تجویز کو پسند کرلیا تھا۔ مگر بعد کے حالات سے بگاڑ ڈالنا اور قتل کرنا ناممکن معلوم ہوا۔ صرف غائب کردینے کو میں نے پسند کیا۔ چنانچہ سوا تین سو اشرفیاں اسی کام کی دی گئی ہیں۔

لونڈی۔ تم کیونکر غائب کرو گے۔

جابر۔ اب یہ بات تمہارے بتلانے کی نہیں ہے۔

لونڈی۔ میں سمجھی۔ تم اسکو غائب کر کے اپنے پاس رکھو گے۔ اور سوا تین سو اشرفیاں اسکے ساتھ عیش اڑانے میں خرچ کی جائینگی۔ یا تو اسکو قتل کرو یا اس کام سے الگ ہو۔ ورنہ میں یہ راز فاش کردونگی۔

جابر۔ خبردار۔ یہ بات زبان سے نہ نکالنا۔ ورنہ پہلے تیری جان لونگا۔ اور گھر واپس جانے سے پہلے تو راستہ میں مری پڑی ہوگی۔ لونڈی جابر کی یہ دھمکی سنکر زرد ہوگئی اور ایسی ڈری کہ پھر کچھ نہ کہا اور جابر سے رخصت ہوکر عذرا کے پاس آگئی۔ اور جابر بھی کہیں چلا گیا۔

چھٹا باب
باپ کی بیوی کا دیوانہ

یزید تم کو ایسے وقت میرے پاس آنا مناسب نہ تھا۔ امیر المومنین آتے ہوں گے۔ اسوقت مجھ سے وہ شطرنج کھیلتے ہیں اور میں بانسلی بجا کر ان کا جی خوش کرتی ہوں۔

یزید بن معاویہ۔ مرجانہ تم ہمیشہ مجکو ٹالدیتی ہو۔ کل صبح تم نے میرے خواجہ سرا سے کہدیا کہ امیر المومنین آنے والے ہیں اسوقت نہ آنا۔ حالانکہ وہ دن بھر تمہارے پاس نہ آئے پرسوں میں خود آیا تو تم نے درد سر کا بہانہ کرکے مجھ سے بات نہ کی۔ میں نہیں جانتا اس نفرت کی کیا وجہ ہے۔

مرجانہ۔ حضور کو تجربہ نہیں ہے۔ امیر المومنین کا مزاج ذرا سے شک میں برہم ہوجاتا ہے۔ کیا آپ نے شمعون یہودی کی لڑکی کا حال نہیں سنا کہ اس سے ان کو کس قدر محبت تھی۔ مگر اس شبہ میں کہ وہ عبدالرحمٰن ابن خالد ابن ولید سے کچھ ساز باز رکھتی ہے انہوں نے اسکو بھی زہر دلوا دیا۔ اور وہ بیچاری بے گناہ عالم شباب میں تمام ہوگئی۔ میرے باپ نے

مجکو ان کی نذر کیا ہے۔ تاکہ میں شطرنج اور بانسلی سے ان کا جی بہلاؤں۔ امیرالمومنین نے میرے باپ پر بڑے بڑے احسان کیے ہیں۔ اگرچہ مسلمانوں کی حکومت میں سب عیسائی اور یہودی آزادی سے زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور انکو مذہبی اور تمدنی زندگی میں مسلمانوں سے زیادہ آسائش حاصل ہے مگر میرے باپ کے ساتھ امیرالمومنین کو خاص محبت ہے۔ ہم ایک خاندانی دشمن کے ہاتھ سے تباہی کے قریب پہنچ گئے تھے۔ میری ایک بہن پر وہ دشمن فریفتہ تھا۔ والد نے اسکے پیغام عقد کو رد کر دیا۔ تو وہ دشمن چونکہ بڑا دولت مند اور جتھے والا تھا رات کو ہمارے گاؤں پر چڑھ آیا اور جبراً میری بہن کو لے گیا اور پھر اسنے مجکو میرے بھائی اور باپ کو قتل کرنے اور ہمارا گھر لوٹ لینے کی دھمکی دی۔ میرا باپ شام کا مشہور سردار ہے۔ اور عیسائی حکومت کے زمانہ میں میرا دادا بڑا اقتدار رکھتا تھا۔ مگر دشمن کی زبردست طاقت کے سامنے میرے باپ کی کچھ حقیقت نہ تھی۔ اسلیئے وہ ڈرا۔ اور امیرالمومنین سے فریاد کی۔ امیرالمومنین نے دشمن کی جائداد ضبط کر کے میرے باپ کو دیدی اور میری بہن کو بھی اس سے چھین لیا۔ اس شکریہ میں میرے والد نے مجکو امیرالمومنین کی نذر کر دیا۔

امیرالمومنین نے میرے بھائی کو دربار میں ایک بڑا منصب دیا ہے۔ اور ہمارے خاندان کی عزت ان کے طفیل سے عیسائی سلطنت کے زمانہ سے بھی بڑھ گئی ہے ایسی حالت میں مجکو جائز نہیں ہے کہ میں کوئی بات ایسی کروں جو انکی مرضی اور خوشی کے خلاف ہو۔

اگرچہ میں ان کی لونڈی ہوں۔ لیکن میرا ان کا تعلق ایسا ہو چکا ہے کہ آپ کو میری طرف کوئی برا خیال کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اب میں انکی بیوی اور آپ کی مجازی والدہ ہوں۔ یہی وجہ میری احتیاط کی ہے۔

کی چادر پکڑ کر کہا:۔

شہزادہ صاحب میں تمہاری لونڈی ہوں مجھ پر ظلم نہ کرو۔ میں تمہارے ہر حکم کی تعمیل کرونگی۔ مجکو بے وفا نہ سمجھو۔ یہ میں نے تمہارے والد کی اطاعت کا فرض ادا کیا تھا۔ ورنہ مجھے تم جیسے خوبصورت جوان اور محبت کرنے والے شہزادے سے انکار کرنے کی مجال نہیں ہے۔

یزید۔ چھوڑ دو میری چادر۔ تم نے مجکو اپنا بیٹا کہہ کر میری اتنی بڑی دل شکنی کی ہے کہ بغیر تمہارے باپ بھائی اور تمہارے خون بہانے کے اسکی تلافی نہیں ہو سکتی تم کو یزید کی ضد کا حال معلوم تھا۔ پھر بھی تم نے اسکو ٹھکرایا۔ اور سرکشی سے پیش آئیں۔

مرجانہ۔ عرب کے سب سے بڑے خوش جمال کی سب سے بڑی ضد مجھے معلوم ہے میں غصہ میں بھری آنکھوں۔ طیش میں چڑھی تیوری۔ اور ناراضی کے جوش میں اُبلے ہوئے دل کے سامنے اپنا سر جھکاتی ہوں۔ اے خوبصورت شہزادہ مرجانہ کو معاف کرو۔ وہ مرجانہ جو تمہارے حسن۔ تمہارے شباب۔ اور تمہارے عشق کے غلیان میں رات دن پریشان رہتی ہے۔ اس نے جو کچھ کہا دل پر پتھر رکھ کر کہا۔ پیارے یزید اپنی چاہنے والی کو نہ ستاؤ۔

یہ کہہ کر یزید کے قدموں پر گر پڑی۔ اور یزید نے اسکو اٹھا کر اپنے سینہ سے لگا لیا اور مسکرا کر کہا میں تمہیں معاف کرتا ہوں۔ تم میری زندگی ہو۔ تم میرے محل کی شمع ہو۔ مگر مرجانہ سچ کہو۔ کیا تم واقعی ایسا ہی سمجھتی ہو جیسا کہ تم نے کہا۔ یا یہ خوف کی ایک مجبورانہ حکمت عملی کا کلام تھا۔

مرجانہ۔ میرے دل اور ارمانوں کے مالک۔ میں غلط نہیں کہتی۔ مجھے تم سے عشق ہے جس نے مجکو بے قابو کر رکھا ہے۔ جو مجکو کبھی چین نہیں لینے دیتا۔ مگر امیرالمومنین کا ڈر اور ان کا وہ احسان جو میری اور میرے گھر بار کی گردن پر ہے ایک احسان پرست

لڑکی کی محبت کا گلا گھونٹا کرتا ہے اور اب بھی وہی ہتا ہے جسنے آپکی محبت کی گستاخی مجھ سے کرائی۔ مگر آپ ہی انصاف کریں کہ میں کتنی مشکلات میں ہوں کیا آپ ایک یونانی نسل اور شام کی رہنے والی لڑکی کے مشہور وفا دارانہ طرز عمل کو داغ دار ہونے کی اجازت دیسکتے ہیں۔

یزید۔ پیاری مرجانہ۔ میرے دل میں تمہارے شریفانہ خیال کی قدر ہے اور میں کبھی تمہاری نازک حالت میں دخل نہ دیتا مگر دل کے ہاتھوں مجبور ہوں۔ آج تین دن ہو گئے میں نے پیٹ بھر کر روٹی نہیں کھائی۔ اور نیند تو سات دن سے میری آنکھوں سے بیزار ہے۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ والد کی عدم موجودگی میں مجھ سے ملنے کا وقت نکالا کرو۔ اور یہ سامنے کیا چیز رکھی ہے۔

مرجانہ۔ شراب کا قرابہ ہے۔

یزید۔ کیا والد بھی اسکا استعمال کرتے ہیں۔

مرجانہ۔ نہیں یہ صرف میرے لیے مہیا کی گئی ہے۔

یزید۔ کیا تم اپنے ہاتھ سے یہ مجکو کچھ پلا سکتی ہو۔

مرجانہ۔ مجھے ڈر ہے کہ امیر المومنین نہ آجائیں۔ اب بہت دیر ہو گئی وہ آنے والے ہونگے۔

یزید۔ میں نے بندوبست کر دیا ہے ان کے آنے سے بہت پہلے مجھے خبر ہو جائے گی۔

مرجانہ۔ قتل کرنے والے دلدار۔ میں تجھ پر نثار ہو جاؤں۔ ذرا ٹھیر جا۔ اور پھر کوئی وقت اس کام کے لیے مقرر کر۔ کہ میرا دل خود تجکو دو ہڑ کتا ہے۔ شائد کوئی آتا ہے۔

یزید۔ تم جتنی حسین ہو اتنی ہی ڈرپوک ہو۔ اب جو شخص اس لطف کے وقت آئیگا تلوار کے گھاٹ اتارا جائے گا۔ چاہے میرا باپ ہی کیوں نہ ہو۔

مرجانہ اس جواب سے سہم گئی۔ اور اس نے کہا۔ اسی لیئے تو میں ڈرتی ہوں کہ تم پی کر مخمور ہو جاؤ گے اور پھر تم کو امیر المومنین کا کچھ خوف نہ رہے گا۔

لڑکی کی محبت کا گلا گھونٹا کرتا ہے اور اب بھی وہی تھا جسنے آپکی محبت کی گستاخی مجھ سے کرائی۔ مگر آپ ہی انصاف کریں کہ میں کتنی مشکلات میں ہوں کیا آپ ایک یونانی نسل اور شام کی رہنے والی لڑکی کے مشہور وفا دارانہ طرز عمل کو داغ دار ہونے کی اجازت دیسکتے ہیں۔

یزید۔ پیاری مرجانہ۔ میرے دل میں تمہارے شریفانہ خیال کی قدر ہے اور میں کبھی تمہاری نازک حالت میں دخل نہ دیتا مگر دل کے ہاتھوں مجبور ہوں۔ آج تین دن ہو گئے میں نے پیٹ بھر کر روٹی نہیں کھائی۔ اور نیند تو سات دن سے میری آنکھوں سے بیزار ہے۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ والد کی عدم موجودگی میں مجھ سے ملنے کا وقت نکالا کرو۔ اور یہ سامنے کیا چیز رکھی ہے۔

مرجانہ۔ شراب کا قرابہ ہے۔

یزید۔ کیا والد بھی اسکا استعمال کرتے ہیں۔

مرجانہ۔ نہیں یہ صرف میرے لیے مہیا کی گئی ہے۔

یزید۔ کیا تم اپنے ہاتھ سے یہ مجکو کچھ پلا سکتی ہو۔

مرجانہ۔ مجھے ڈر ہے کہ امیر المومنین نہ آجائیں۔ اب بہت دیر ہوگئی وہ آنے والے ہونگے۔

یزید۔ میں نے بندوبست کر دیا ہے ان کے آنے سے بہت پہلے مجھے خبر ہو جائے گی۔

مرجانہ۔ قتل کرنے والے دلدار۔ میں تجھ پر نثار ہو جاؤں۔ ذرا ٹھیر جا۔ اور پھر کوئی وقت اس کام کے لیے مقرر کر۔ کہ میرا دل خود بخود دھڑکتا ہے۔ شائد کوئی آتا ہے۔

یزید۔ تم جتنی حسین ہو اتنی ہی ڈرپوک ہو۔ اب جو شخص اس لطف کے وقت آئیگا تلوار کے گھاٹ اتارا جائے گا۔ چاہے میرا باپ ہی کیوں نہو۔

مرجانہ اس جواب سے سہم گئی۔ اور اس نے کہا۔ اسی لیئے تو میں ڈرتی ہوں کہ تم پی کر مخمور ہو جاؤگے اور پھر تم کو امیر المومنین کا کچھ خوف نہ رہے گا۔

یزید۔ زیادہ باتیں نہ کرو۔ وقت جاتا ہے۔ جو پھر کبھی ہاتھ نہ آئے گا۔ مرجانہ۔ میری مرجانہ۔ (گلے میں ہاتھ ڈال کر) مجھے شراب دو۔ مجھے اپنے ہاتھ سے (بوسہ لے کر) خود پی پی کر اپنے ہاتھ سے اپنی جھوٹی شراب دو۔

مرجانہ اٹھی۔ اس نے یزید کے ہر حکم کو مستیوں اور جوانیوں کے انداز سے پورا کیا۔ اور دو گھنٹہ تک یزید مرجانہ کے پاس بیٹھا رہا۔ اسکی حالت نشہ میں بے خودی کی ہوگئی اور مرجانہ بھی اپنی عمر۔ یزید کی عمر۔ اور شراب کی مسلسل دور کے کئی خماروں سے مخمور ہو کر خلیفہ کی آمد کو بھول گئی۔ اور جبکہ وہ یزید کی گود میں سر رکھے اسکے ہاتھوں کو بار بار چوم رہی تھی یکایک امیر معاویہ اندر آگئے۔ اور انہوں نے اس خود فراموش جوڑے کو اس بدمستی میں مشغول بہت دیر تک دیکھا مگر ان کو خبر نہ ہوئی کہ سر پر کون کھڑا ہے۔

آخر امیر معاویہ نے کہا یزید میرے سامنے سے دور ہو جا۔ یزید نے جوں ہی باپ کی آواز سُنی جھومتا۔ لڑکھڑاتا ہوا اٹھا۔ اور منہ پھیر کر جلدی سے باہر چلا گیا۔ اور مرجانہ کانپتی ہوئی سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑی ہوگئی۔

معاویہ کچھ دیر خاموش کھڑے ہوئے مرجانہ کو دیکھتے رہے۔ اور پھر ذرا سوچ کر کہا ایسا غضب کسی قریشی نے نہیں کیا ہوگا۔ مرجانہ یہ تونے کیا کیا۔ اچھا تم اس گھر میں قید ہو۔ میں اطمینان سے تمہارے حال پر غور کرنا چاہتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ باہر چلے گئے۔

ساتواں باب
بھائی کی مبتلا

اے زیاد کے بیٹے! دنیا کے رشتے انسان کے خود تراشیدہ ہیں۔ کائنات کی ابتدائی افتاد آدمی کی بنائی ہوئی بندشوں کے بالکل خلاف ہے۔ خدا نے مخلوق پڑھنے اور دنیا میں پھیلنے

کو بنائی ہے۔ انسان بناوٹی رشتوں کی قید میں جکڑ بند ہو کر نسل کی ترقی کو روکتا ہے۔ کون سا جانور ہے جو ماں بہن کے رشتہ کا پابند ہے۔ جوان ہونے کے بعد وہ اسکو بہول جاتا ہے کہ فلاں بہائی ہے فلاں بہن ہے فلاں ماں ہے فلاں بیٹا ہے۔ فطرت کو ترقی نسل منظور ہے۔ تو عاقل ہو کر اور عرب کے سب سے بڑے دانشمند زیاد کا بیٹا ہونے کے باوجود اسقدر بے عقل بنتا ہے کہ بہن بھائی کا خیال تیرے دل سے نہیں جاتا۔

عبداللہ بن زیاد۔ اَستَغفِرُاللہ۔ خضرا۔ تو کیسی باتیں کرتی ہے مسلمان کو یہ کلمے زیبا نہیں۔ جانوروں اور انسانوں میں عقل کا امتیاز ہے۔ اور عقل ہی ماں بہن بیٹا بیٹی کی تمیز سکھاتی ہے خدا سے ڈر۔ اور جوانی کے شیطان سے اسقدر مغلوب نہو۔ میں عنقریب تیرا نکاح کرنے والا ہوں۔

خضرا۔ میں عشق کو سب عقلوں کا مالک سمجھتی ہوں۔ عقل آدمی کی سب سے بڑی دشمن ہے۔ زیاد کی بیٹی عشق کی لونڈی ہے۔ اور عقل سے آزاد۔ پیارے ابن زیاد۔ میں تجکو عشق کا واسطہ دیتی ہوں کہ میری الفت کو پامال نکر۔ میں کسی غیر سے نکاح نہیں کرونگی کہ میرا نکاح عشق کے قاضی نے تجہسے پڑہایا ہے۔

ابن زیاد۔ بنت سرجون کی صحبت نے تجکو بگاڑ دیا۔ وہ تو کسی مذہب کی قائل نہیں ہے اور دنیا کو ایک بے خالق کی ہستی کہتی ہے پس اگر وہ اپنے مشہور حسین بہائی کی عاشق بنی ہے تو تعجب نہیں کہ ان کا خاندان ہی ایسا آبرو باختہ ہے۔ مگر تو عرب کی ناک شہنشاہ مسلمین کی بھتیجی۔ ایک مذہب اور سب سے بڑے مذہب کی پیرو۔ زیاد جیسے نامور شخص کی بیٹی یہ کیا خرافات بکتی ہے۔ دربار میں یہ خبر مشہور ہوگئی تو تمام ملک میں بنی امیہ کی ناک کٹ جائے گی۔ امیرالمومنین تجکو اور مجکو قتل کر ڈالیں گے۔ اور بنی امیہ کی بدنامی قیامت تک زبانوں پر جاری رہے گی۔

خضرا۔ ہاں بنت سرجون نے مجکو یہ سبق دیا۔ مگر میں اسکی ممنون ہوں کہ اس نے سیدھا راستہ عقل کا مجکو بتایا۔ اب چاہے ناک کٹے۔ یا آبرو جائے کچھ ہی ہو میں اپنے اس خیال کو ترک نہیں کر سکتی۔ اور میں اس عقیدہ کو مرتے دم تک ساتھ رکھنا چاہتی ہوں۔ عشق خدا ہے۔ عشق رسول ہے۔ عشق بادشاہی ہے۔ بغیر عشق کے سلطنت و تاجداری ادنے درجہ کا بھکاری پن ہے۔ میری آنکھوں میں

عشق ہے۔ میرے دلمیں عشق ہے میرے دماغ میں عشق ہے۔ رگوں میں خون۔ خون تیز اسرخی سرخی
میں جرات و شوخی و ترنگ سب عشق کے جلوہ سے ہے۔

اے ابن زیاد حکومت کا شوق مذہب اور دنیا کے رشتہ کو فراموش کرادیتا ہے تو عشق
تو حکومت دنیا سے بہت اعلیٰ چیز ہے۔ کیا میرے باپ زیاد اور چچا امیر معاویہ نے حکومت کے لئے
مذہب اور قرابت داریوں کو پامال نہیں کیا اور انہوں نے اور خود تو نے بار بار نہیں کہا کہ سیاست
کے لیئے مذہب و قرابت کو قربان کردینا پڑتا ہے۔ اور وہی شخص اس دنیا میں کامیاب ہوگا۔ اور اسی کو
پختہ اور بے فضل حکومت میسر آئے گی۔ جو سیاسی حکمت عملیوں میں مذہب اور قرابت کا خیال نہ کرے گا
بلکہ ان دونوں کو بالائے طاق رکھدیگا۔

یہ تو نے ہی کہا تھا جب تو شمر بن ذی الجوشن کی بیٹی کے خیال میں دیوانہ ہورہا تھا کہ مجھے اس سے
محبت ہے اور محبت مجھ سے کہتی ہے کہ میں کسی رسوائی و بدنامی کی پرواہ نہ کروں۔ میں ثمرانہ سے ملوں گا
چاہے میرا دین جاتا رہے چاہے میری امیری تباہ ہو جائے۔ چاہے میرے ماں باپ اور سب قرابتدار
مجھ سے جدا ہو جائیں۔ میں صرف ایک ثمرانہ کو چاہتا ہوں کہ وہی میرا دین ہے۔ وہی میرا ایمان
ہے وہی میری دنیا ہے۔ وہی میری سلطنت۔

آج تو وہی ابن زیاد ہے جو مجھکو ملامت کرتا ہے اور مفتی بنکر فتویٰ دیتا ہے۔ اور عقل و مذہب
و رسوائی سے ڈراتا ہے۔

ابن زیاد۔ یہ ہی تو یاد رکھ کہ ثمرانہ سے ملنے کے بعد میری محبت نابود ہوگئی اور اب مجھے اسکا ذرا
بھی خیال نہیں۔ یہی حال تیرا ہے کہ جب تیرا انکاح ہو جائیگا اور خواہشات کا دریا اتر جائے گا
تو تو سب کچھ بھول جائے گی۔ پس یہی مناسب ہے کہ میں تیرا انکاح کردوں۔

ثمرانہ۔ تیرا عشق جھوٹا تھا۔ اور نفسانی تھا۔ میرا عشق سچا اور روحانی ہے۔ میں تیرے چہرے
کی عاشق ہوں۔ میں تیری تبسم بھری آنکھوں کی فریفتہ ہوں۔ مجھکو تیری آواز سے محبت ہے جو
وہ تیرے دہن سے نکلتی ہے۔ میری رگوں میں گھس جاتی ہے۔ اور مجھکو اسکے پر سرور نغموں کی صدا آتی

ابن زیاد جب تو تلوار ہاتھ میں لے کر کھڑا ہوتا ہے۔ میرے دل میں حشر برپا ہو جاتا ہے۔ میری تمناؤں کی آنکھیں تیرے قدموں کے نیچے پلکیں بچھاتی ہیں۔ اور راہ دیکھتی ہیں کہ تو ان پر چلے اور وہ تیرے تلوؤں کو چومیں۔ جب تو عمامہ باندھتا ہے میرے خیالات مستی میں آنکھیں بند کر کے اسکے ساتھ لپٹ جاتے ہیں۔ اور اسی میں بند رہتے ہیں۔ میں تیرے رخساروں کی سرخی و سپیدی سے اپنی آنکھیں رنگتی ہوں۔ میں تیرے ہونٹوں کی نزاکت سے اپنی چاہت کی لطافت کو خیال ہی خیال میں ملتی اور لمبے لمبے سانس لے کر ملتا ہوا دیکھتی ہوں اور اے ابن زیاد جب تو زعفرانی چادر اپنے اوپر ڈال کر سو جاتا ہے تو میری نیند مر جاتی ہے اور میں کلیجہ مسل مسل کر تیرا سونا دیکھا کرتی ہوں۔ یہاں تک کہ صبح ہو جاتی ہے۔ اے ابن زیاد......

ابن زیاد۔ بس بس خضرا۔ بے غیرت نہ بن۔ تو زیاد کے گھر میں شیطان پیدا ہوئی ہے۔ میں تیری ہوس آمیز گفتگو سننے کی تاب نہیں رکھتا۔ یہ کہا اور باہر جانے پر آمادہ ہوا مگر خضرا نے ہاتھ پکڑ لیا اور کہا۔

خضرا۔ تو مجھکو ناکام کرے گا۔ تو میں تجھکو بدنام کر دونگی، تو نے عمرو بن عاص کی امارت مصر کے خلاف جو منصوبہ تیار کیا ہے مجھے اسکا علم ہے۔ میں ابھی عمرو بن عاص کو خبر دیتی ہوں کہ تمہاری جان لینے کی ابن زیاد نے سازش کی ہے۔ جس وقت ابن عاص کو خبر ہو گی تو چچا کی نظروں میں تو مشتبہ ہو جائے گا۔ کیونکہ چچا کو ہم سب سے زیادہ ابن عاص عزیز ہیں۔ اور وہ ان کی ہلاکت چاہنے والے کو زندہ نہ رہنے دینگے۔

ابن زیاد خضرا کی یہ بات سنکر مردانہ انداز سے بولا۔ مجھے تیری اس دھمکی کا کچھ خوف نہیں ہے جسکی کچھ اصلیت نہو۔ وہ بات امیر المومنین کے خیال کو مجھ سے برگشتہ نہیں کر سکتی

یہ سنکر خضرا نے کہا اچھا ذرا ٹھیرو۔ اور اپنے کرتہ کے اندر سے [illegible] ایک کاغذ نکالا اور ابن زیاد کو دکھایا اور کہا۔ یہ تمہارا ہی خط ہے [illegible] جو حضرت علی کو بھیجا گیا تھا۔ اور مصر کی امارت طلب کرنے کو انکی شرکت پر آمادگی ظاہر کی گئی تھی۔ کیا یہ خط [illegible]

نہیں ہے۔ میں ابھی چچا کے پاس اسکو لیکر جاؤنگی اور تجکو تیرے انکار کا مزا آجائے گا۔

ابن زیاد اس خط کو دیکھ کر کانپنے لگا۔ اور بے اختیار اسکے منہ سے نکلا یہ تیرے ہاتھ کہاں سے آیا۔ میں تو سمجھتا تھا یہ کوفہ پہنچ چکا ہوگا۔ یہ کہہ کر ابن زیاد جھپٹا اور خضرار کے ہاتھ سے خط چھیننا چاہا۔ مگر خضرار نے اسکو سینہ کے پاس کرتے کے اندر رکھ لیا۔ ابن زیاد نے وہاں ہاتھ ڈالا کہ خط نکالے کہ اتنے میں یزید بن معاویہ اندر آگیا۔ اور اسنے دیکھا کہ ابن زیاد اپنی بہن خضرار کے سینہ پر زبردستی ہاتھ ڈال رہا ہے۔

یزید لعنت ہے تجہ پر اے زیاد کے بیٹے۔ جیسا تیرا باپ تھا جسکی بابت معلوم نہیں کہ وہ کس کا بیٹا ہے ویسا ہی تو ہے۔ کیا تو اپنی بہن پر دست درازی کرتا ہے۔

ابن زیاد یزید کے ناگہاں آجانے اور اسکی اس بات سے سُن ہو گیا۔ اور اسکے چہرہ پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ اس نے جلدی سے اپنا ہاتھ بہن کے سینہ سے ہٹا لیا۔ مگر خضرار ذرا نہ شرمائی بلکہ مسکراتی اپنے دامنوں کو ایک ادائے دلفریب سے سنبھالتی اور یزید کو کن انکھیوں سے دیکھتی ہوئی مکان کے اندرونی حصہ میں چلی گئی۔

ابن زیاد۔ جناب آپکو الزام لگانے سے پہلے اصل واقعہ دریافت کرنا مناسب تھا۔ یونہی بگڑنے اور میرے باپ کو گالیاں دینے سے کچھ حاصل نہیں سوائے اسکے کہ آپ کا چچا زاد بھائی تلوار سے اسکا جواب دے۔

یزید نے یہ سنکر تلوار سونت لی۔ اور کہا۔ یہ ارمان بھی نکال لے۔ دیکھوں کیسا بہادر ہے شرم نہیں آتی۔ بنی امیہ کا نام ڈبونے والے آجتک کسی نے اپنی بہن پر بھی بدنگاہ ڈالی ہے۔

ابن زیاد۔ میں خضرار سے ایک کاغذ چھین رہا تھا۔ جو اس نے کرتے کے اندر رکھ لیا ہے آپ کس منہ سے مجھ پر یہ الزام رکھتے ہیں۔ کیا آپنے اپنی والدہ سے ...... جبکا پرسوں سے ہمارے گھروں میں چرچا ہو رہا ہے۔ جو شخص خود اس قدر کمینہ ہو وہ دوسرے پر کس منہ سے اعتراض کرتا ہے۔ حالانکہ میرا معاملہ آپ کی طرح گندہ اور آلودہ نہیں ہے۔

یزید ابن زیاد کے اس طعن سے جھینپ گیا۔ مگر اس نے فوراً کہا بالکل جھوٹ ہے۔
وہ میری والدہ نہیں تھی۔ بلکہ ایک لونڈی ہے جو مجکو ہر طرح جایز ہے۔

ابن زیاد۔ وہی لونڈی جو آپ کے والد کی خوابگاہ میں سو چکی ہے اسکو آپ کہہ رہے ہیں
کہ آپ کو ہر طرح جایز تھی۔ ڈوب مرنا چاہیئے آپکو یا مجکو۔

یزید نے ابن زیاد کا یہ گرم فقرہ سنکر ایک گھونسہ ابن زیاد کے منہ پر مارا ابن زیاد نے
بھی ایک مکہ یزید کے کلہ پر رسید کیا یہ رنگ دیکھ کر حضرار اندر سے دوڑی ہوئی آئی۔ اور
یزید کو چمٹ گئی۔

یزید نے کہا۔ اچھا حضرار مجھے چھوڑ دو میں جاتا ہوں اور کبھی اس گھر میں نہ آؤں گا۔
اور کبھی اس گھر کو دمشق میں باقی نہ رکھونگا۔ حضرار نے یزید کو چھوڑ دیا۔ اور وہ بڑبڑاتا ہوا باہر
چلا گیا۔ ابن زیاد اسکے بعد کچھ دیر کھڑا سوچتا رہا۔ اور حضرار بہی اسکو مسکرا مسکرا کر دیکھتی رہی
اسکے بعد ابن زیاد نے کہا:۔

حضرار مجھے وہ کاغذ دیدو۔ دیکھو میں برباد ہو جاؤں گا۔ کیا تم کو میرا کچھہ خیال نہیں ہے

حضرار۔ ہاں خیال ہے۔ اور صرف کچھہ ہی نہیں بلکہ بہت کچھہ خیال ہے۔ تم صرف اسکا اقرار کرلو
کہ میری محبت تمہارے دل میں جگہ حاصل کر سکتی ہے۔ پھر دیکھو حضرار اپنی کھال کی جوتیاں
تم کو پہنائے گی۔ اور تمہارے ہر کام میں سب سے آگے ہو کر حصہ لے گی۔

ابن زیاد۔ بہت مشکل ہے۔ حضرار میں کیونکر اپنی سگی بہن سے آشنائی کا اقرار کروں۔

حضرار۔ سگی بہن بہی ایک عورت ہوتی ہے۔ اور آشنا بہی عورت کا نام ہے۔ بتاؤ ان دونوں
میں کیا فرق ہے۔

ابن زیاد۔ حیا اور بے حیائی کا فرق ہے۔ کیا تم کو یہ فرق دکھائی نہیں دیتا۔ کیا تم
اندھی ہوگئی ہو۔

حضرار۔ پھر وہی بدکلامی۔ بس بان کو روکو۔ اب میں پیار کے لفظ کے سوا اگر کوئی دوسرا

لفظ سنو گی تو خیر نہ ہو گی۔

ابن زیاد نے جان و آبرو کے ڈر سے مرعوب ہو کر کہا۔ بہت اچھا جناب میں آپکی محبت تسلیم کرتا ہوں۔ آپ زیاد کی بیٹی نہیں ہیں۔ آپ ابن زیاد کی بہن نہیں ہیں۔ آپ امیر معاویہ کے بھائی کی لڑکی نہیں ہیں بلکہ آپ بنت سرجون کی دوسری بہن ہیں۔ اور اب میں آپ نظرت تم کو دیکھوں گا۔ شاید اس دیکھنے سے میری غیرت کا تقاضا فنا ہو جائے۔ اور میں وہ بن جاؤں جو تم بنانا چاہتی ہو۔

خضرا نے یہ سنکر خط نکالا۔ اور ابن زیاد کو دیدیا۔ پھر کہا۔ اے پیارے جوان! تو نے اپنے اقرار کو طعن کے الفاظ میں ادا کیا ہے۔ مگر میں تیری تکلیف کو زیادہ بڑھانا نہیں چاہتی۔ اب آگاہ ہو کہ مجھے تجھ سے اور کوئی ناجائز غرض نہیں ہے۔ میں تو صرف اپنے اس عقیدہ کو منوانا چاہتی تھی کہ رشتے انسان کی زندگی میں کسی لحاظ کے قابل نہیں ہیں۔ آدمی کو دنیا میں نامور۔ دولت مند۔ حکمران اور عزت والا بننا ہے تو ان رشتوں کو طاق میں رکھدے۔ اے زیاد کے بیٹے تو ابھی نوعمر ہے تجکو دنیا میں بڑے بڑے کام کرنے ہیں۔ اس عورت کی نصیحت سُن جو تجھ سے عمر میں بڑی ہے کہ اس زمین کے اوپر وہی کامیاب ہوتا ہے جو رشتوں کی قید سے بے پروا ہو کر اپنے فائدہ کو ہمیشہ پیش نظر رکھے۔ میں تجکو سچا اور بیدار امیر بنانا چاہتی تھی۔ کیونکہ آجکل میں دیکھتی ہوں کہ تیرے خیالات ڈانواڈول ہو رہے ہیں۔

آٹھواں باب

علیؑ کی محبت کتنی مشکل ہے

اگر میں جائز امام نہیں ہوں۔ اگر تم میری خلافت کو تسلیم نہیں کرتے۔ تب بھی چونکہ تم میرے امن سے فائدہ اٹھاتے ہو۔ اور میرے پایۂ تخت میں تجارت کر کے دولت کماتے ہو تو تم پر میری اطاعت

واجب ہے۔

میں تم پر جبر نہیں کرتا۔ تم تجارت پیشہ آدمی ہو اگر علی کو برا نہ کہو تو تم کو مجبور نہ کیا جائے گا
مگر تم کو علی کی خفیہ منادی کرنے اور شامیوں کو علی کی طرف بلانے اور میری حکومت کے خلاف بغاوت پر
آمادہ کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

میری نرم دلی میرے۔ رحم اور میرے عفو سے تم نے ناجائز فائدہ اٹھایا۔ میں نے تم کو دو
مرتبہ نصیحت کی۔ اور آگاہ کیا کہ جو کام تم کرتے ہو اس سے میں بے خبر نہیں ہوں باز آؤ ورنہ سلطنت
کے غضب و قہر میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ تم نے اقرار بھی کیا۔ مگر تم دغاباز ثابت ہوئے۔ تم نے اپنے عہد اور
وعدہ کا کچھ لحاظ نہ کیا اور برابر اس غداری کو پھیلاتے رہے جس کی سزا موت ہے۔ اور جس کا معاوضہ یہ ہے
کہ تم کو تمام گھر بار سمیت دنیا سے نیست و نابود کر دیا جائے۔

تم نام کے سعید مگر کام کے شقی ہو معاویہ کی گرفت کو جانتے نہیں اور یہ سمجھتے ہو کہ معاویہ ہمیشہ
معاف کر دیتا ہے۔ نہیں۔ میں معاف بھی کرتا ہوں۔ چشم پوشی بھی میرا شیوہ ہے لیکن میں سزا بھی
دیا کرتا ہوں۔ اور وہ ایسی سخت ہوتی ہے کہ دنیا کا کوئی جبار و قہار اتنی سختی نہیں کر سکتا۔

اب پیالہ لبریز ہو چکا۔ تم کو سزا دینی ضروری ہو گئی۔ کہ تم نے تیسری فہمائش کو بھی ٹھکرا دیا
اور جان بوجھ کر وہ کام کیا جو میری سلطنت اور اسکے حقوق کے لئے نقصان رساں ہے۔ اب دو ہی
صورتیں ہیں یا تو مرنے کے واسطے تیار ہو جاؤ۔ اپنے بیوی بچوں کو آنکھ کے سامنے مرتا دیکھو اور پھر
خود جہنم رسید ہو اور یا مجمع عام میں علی پر لعنت کرو۔ اور ان سے بیزاری اور میری اطاعت کا حلف
اٹھاؤ۔ اگر تم اس پر تیار ہو گئے تو میں پھر درگذر کر دوں گا۔ اور تمہارا سنگین جرم معاف کر دیا جائیگا۔

سعید۔ اے بنی امیہ کے بادشاہ تیری نصاحت اور اچھا بولنے کا میں اقرار کرتا ہوں۔ تیری
تقریر کے زور نے مجھکو آج ہی نہیں ہمیشہ متاثر کیا ہے۔ تو نے آج کے دن جو کچھ کہا غلط نہیں کہا بلکہ
اپنی غاصبانہ حکومت کا فرض ادا کیا۔

بے شک میں تیرے امن میں رہتا ہوں۔ اور مجھ پر تیرے قانون کی اطاعت لازم ہے

لفظاً سینگ بھی اس اطاعت کے خلاف کوئی کام نہیں کیا۔ تو مجھ پر جھوٹا الزام نہ لگا۔ میں نے تیرے قانون اور امن توڑنے یا اسکے خلاف بغاوت برپا کرنے کی کوئی حرکت نہیں کی۔ یا تو تجکو غلط خبر دی گئی ہے اور یا تو اسکو غلط بیان کر کے اپنی مشہور حکمت عملی ظاہر کرنی چاہتا ہے۔ تاکہ میرا قتل تجکو بدنام نہ کرے۔

میرا قصور صرف اتنا ہے کہ میں نے ایک خاص مجمع میں حضرت علی کی تعریف بیان کی اور انکی قرابت رسولؐ اور حقوق خلافت کو ظاہر کیا۔ مگر میں نے یہ بھی کہا کہ میں صرف اسلیے کہتا ہوں کہ تم لوگ حضرت علی سے واقف ہو جاؤ۔ کہ ان کا کیا درجہ ہے یہ مقصد نہیں ہے کہ تم اپنے موجودہ حاکم سے سرکشی اختیار کرو۔ کیونکہ جس حکومت میں ہم رہتے ہیں وہ بہت باقاعدہ ہے۔ اور ہمارے ذاتی حقوق کی اس میں پوری حفاظت کی جاتی ہے۔

پس جب میں نے صاف صاف تیری اطاعت کی ضرورت کو ظاہر کر دیا تو پھر مجھ پر عذر و بغاوت کا الزام کیونکر عائد کیا جا سکتا ہے۔

معاویہ۔ دیکھو سعید! مجکو بچہ نہ سمجھو ابھی تم نے اقرار کیا ہے کہ تمہاری تقریر میں علی کے حقوق خلافت کا ذکر آیا تھا۔ اور اسپر یہ دعویٰ کرتے ہو کہ تم نے باغیانہ تقریر نہیں کی۔

سعید۔ اگر حقوق خلافت کا بیان کرنا بغاوت ہے تو کلمہ توحید کا پڑھنا بھی بغاوت ہے کہ وہ خدا کی سلطنت کا اقرار اور غیر خدا کی نفی سکھاتا ہے۔ اور تم بھی غیر خدا ہو۔ نماز بھی بغاوت ہے کہ اسمیں خدا کے آگے رکوع سجدہ کیا جاتا ہے۔ معاویہ کی اطاعت کا اسمیں دخل نہیں ہوتا۔ روزہ بھی بغاوت ہے جو غیر معاویہ کے نام پر رکھا جاتا ہے۔ زکوٰۃ بھی بغاوت ہو جو معاویہ کے نام پر نہیں بلکہ خدا کے نام پر وصول کی جاتی ہے۔

اے معاویہ کوئی بادشاہ کسی مسلمان کو اس بات سے نہیں روک سکتا کہ وہ خدا کی توحید کو علی الاعلان بیان کرے۔ اور کسی حاکم کی یہ مجال نہیں ہے کہ وہ رسول خداؐ اور ان کے مقرب بزرگان الہی کی تعریف اور انکے واجبی مناقب سے روکے۔

میں نے شامی مسلمانوں کو اس قدر جاہل پایا کہ وہ حضرت علی کی قرابت رسولؐ تک سے واقف نہیں ہیں۔

اور تم ہی کو بس رسول خدا کا قریبی رشتہ دار سمجھتے ہیں۔ پس میں نے ان کو بتایا کہ علی کو رسول خدا سے کیا واسطہ تھا۔ اور اسی سلسلہ میں ان کی خلافت کا ذکر آگیا۔ ورنہ میرا منشا تمہاری حکومت کے مقابلہ میں اسکو پیش کرنا نہ تھا۔

معاویہ۔ تو کیا تم نے شامیوں سے یہ نہیں کہا کہ مالک ابن اشتر کو معاویہ نے زہر دلوادیا۔ اور وہ اسی طرح بہت سے بیگناہ مسلمانوں کو زہر دلوا چکے ہیں اور کیا یہ بیان کرنے سے تمہارا یہ منشأ تھا کہ میری رعایا میرے خلاف افروختہ ہو اور مجھ سے نفرت کرنے لگے۔

سعید۔ میں نے مالک کی موت کا ذکر کیا۔ اور یہ کہا کہ مالک سیاسی سازش کا شکار ہوئے اور اسی طرح آجکل بہت سے مسلمان سیاست کی سازش کا ہدف بن رہے ہیں۔ مگر تمہارا نام نہیں لیا۔

معاویہ۔ نام نہ لینے سے کیا ہوتا ہے۔ تمہارا اشارہ میری ہی طرف تھا۔ کہ میں ہی علی کے طرفداروں کا مخالف سمجھا جاتا ہوں۔

سعید۔ تو کیا تم درحقیقت علی کے دشمن اور ان کے طرفداروں کے قاتل نہیں ہو۔ کیا تم نے مالک کو زہر نہیں دلوایا۔ کیا تم نے بیسیوں مسلمانوں کو زہر یا تلوار سے ہلاک نہیں کیا جنپر علی کی محبت کا شبہ تھا

معاویہ۔ میں تمہارے سامنے اظہار دینے نہیں آیا۔ جو ان سوالات کے جواب دوں۔ تم خود میرے سامنے مجرم کی حیثیت میں آئے ہو۔ بتاؤ علی پر لعنت کرنی منظور ہے یا نہیں۔ اور میری اطاعت کا حلف اٹھاتے ہو یا نہیں۔

سعید۔ مجھے دو روز کی مہلت دو تاکہ میں اسپر غور کرلوں۔

معاویہ۔ تم جیسے مجرم کو ایک ساعت کی مہلت بھی نہیں مل سکتی کہ تمہارا جرم بہت ہی سنگین ہے۔ اور تم نے بہت سے ہواخواہ تیار کرلیے ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ تم دمشق سے فرار ہو جاؤگے جلدی بتاؤ کہ تم کو کیا منظور ہے۔

سعید نے کچھ دیر سوچ کر جواب دیا۔ میں تمہاری اطاعت کا حلف اٹھا سکتا ہوں۔ مگر حضرت علی کو برا کہنا مجھے کسی طرح منظور نہیں ہے۔

معاویہ نے کہا اب یہ شرط بہت ضروری ہو گئی ہے۔ اگر تم اسکے لیے آمادہ نہیں ہو تو اپنی زندگی سے ہاتھ دھو لو۔ اور مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔

یہ کہہ کر معاویہ نے حکم دیا اسکے دونوں بھائیوں اور بیوی بچوں کو پکڑ لاؤ اور جب تک میں ظہر کی نماز سے فراغت حاصل کروں ان کو میرے سامنے حاضر کرو۔

سعید نے کہا اے معاویہ نماز مجکو بھی پڑھنی ہے۔ معاویہ نے کہا تم اسی جگہ نماز پڑھ سکتے ہو مسجد میں جانے کی اجازت نہیں دیجا سکتی ورنہ تم وہاں کوئی اور فتنہ برپا کرو گے۔ یہ کہہ کر معاویہ مسجد میں چلے گئے اور سعید کے بال بچے مقید کرکے لائے گئے اور نماز سے فارغ ہو کر معاویہ دربار میں آئے اور سعید کے بھائیوں اور بچوں سے بھی وہی درخواست کی جو سعید سے کی تھی مگر کسی نے حضرت علی کے لعنت کے مطالبہ کو قبول نہ کیا تو حکم دیا گیا کہ انکے ہاتھ رسیوں سے باندھ دو اور پہلے سعید کے بچوں کو کوڑے مارو یہاں تک کہ وہ بے دم ہو جائیں۔

غلاموں نے ایسا ہی کیا۔ اور بچوں پر کوڑے پڑنے شروع ہوئے۔ سعید کی چھوٹی لڑکی کوڑوں کی تاب نہ لائی اور اس نے بے اختیار رونا اور ماں باپ کو پکارنا شروع کیا۔ وہ کہتی تھی:

"اماں مجھے بچاؤ۔ بچا جلدی دوڑو۔ ابا ابا ہائے میرا بدن لہو لہان ہوا جاتا ہے

ابھی مجھے گود میں لیلو"۔

بچی کا یہ حال دیکھ کر سعید کی بیوی چیخی اور کہا۔ لعنت ہو تجھ پر اے معاویہ۔ اسلام نے بچوں پر ظلم کرنے کی اجازت نہیں دی۔ اگر خطا ہے تو سعید کی ہے اسکے معصوم بچوں پر کیوں ظلم کیا جاتا ہے خدا تم کو غارت کرے اے امیہ کے گھر والو۔ تم نے دنیا کو اور خدا کی پاک زمین کو جور و ستم سے تاریک و ناپاک کر دیا۔

معاویہ نے حکم دیا اس عورت کی زبان کاٹ لو۔ یہ سنتے ہی ایک شخص نے آگے بڑھ کر سعید کی بیوی کے منہ میں ہاتھ ڈالا۔ اور اسکی زبان پکڑ کر باہر نکالی اور اسکو خنجر سے کاٹ دیا۔ زبان کٹتے ہی وہ بیچاری خون میں نہا گئی اور مرغ بسمل کی طرح فرش پر لوٹنے لگی۔

سعید اپنی بیوی کا یہ حال دیکھ کر بے قابو ہو گیا اور اس نے کہا:۔

یا علی تمہاری محبت بھی کتنی مشکل ہے

اے رسول اللہ صلعم کے پیارے بھائی کاش تم ہم بیکسوں کو دیکھ سکتے کہ تمہاری محبت کے جرم میں ہم پر یہ ظلم کیے جاتے ہیں۔ یا اللہ میں کیونکر صبر کروں۔ یہ بڑا مشکل امتحان ہے۔

سعید کے دونوں بھائی یہ سفاکی دیکھ کر لرز گئے۔ اور انہوں نے پکار کر کہا۔ یا امیرالمومنین ہم تمہارے ہر حکم کی تعمیل پر راضی ہیں۔ یہ سنکر معاویہ نے حکم دیا۔ ان کو کھولدو۔ اور پھر سعید سے کہا۔ اے سعید تو بھی ضد سے باز آجا۔ ورنہ مفت میں جان جائے گی۔

سعید۔ یا امیر الشام میرے ہاتھ کھولدو۔ میں بھی اپنے بھائیوں کا ساتھ دونگا۔ اور جو تم چاہو گے کہونگا۔ معاویہ نے سعید کے ہاتھ بھی کھلوا دیے۔ مگر جوں ہی ہاتھ کھلے۔ سعید نے دوڑ کر معاویہ پر حملہ کیا۔ اور ان کو جھپٹ کر گلا گھوٹنے لگا۔ معاویہ کے غلام دوڑے اور سعید کو جبراً معاویہ سے الگ کر دیا لیکن سعید نے اس زور سے معاویہ کا گلا دبایا تھا۔ کہ معاویہ کو بہت دیر تک کسی بات کا ہوش نہ رہا۔ اور ان کے حکم بغیر ایک غلام نے سعید کے سینہ پر خنجر مار کر اسکو ہلاک کر دیا۔ جب معاویہ کو ذرا اطمینان ہوا تو انہوں نے سعید کے بیوی بچوں اور بھائیوں کو قتل کر ڈالنے کا حکم دیا۔ سعید کے بھائی چیخے کہ یا امیرالمومنین ہم تو علی پر لعنت کرنے کا اقرار کر چکے ہیں ہمیں کیوں قتل کیا جاتا ہے۔ معاویہ نے کہا تمہارا کہا اعتبار نہیں تم سب بڑے دغاباز ہو۔

غلاموں نے معاویہ کا اشارہ پاتے ہی سعید کے بھائیوں اور زخمی بیوی اور معصوم بچوں کو وہیں دربار میں بکریوں کی طرح پچھاڑ کر ذبح کر ڈالا۔

دربار میں اسوقت سرجون بن منصور کا تب معاویہ حاضر تھا۔ اسکو بچوں کا قتل بہت ناگوار ہوا۔ اور اس نے چہرہ کے تغیر سے اپنی ناراضی ظاہر کی۔ معاویہ نے سرجون کے بشرہ کو دیکھ کر پہچانا اور کہا

"میں جانتا ہوں کہ اسلام اور کوئی مذہب عورتوں اور بچوں کے قتل کی اجازت نہیں دیتا۔ اور میں یہ بھی تسلیم کرتا ہوں کہ سعید کے بیوی بچوں کا قصور نہ تھا۔

"مد بیاست ایسکی متقاضی تھی کہ میں سعید جیسے زبردست باغی کو عبرتناک سزا دوں۔ اگر سعید میری جان پر حملہ نہ کرتا تو میں اسکے بیوی بچوں کو چھوڑ دیتا بچوں کو کوڑوں کی سزا اسواسطے دی گئی تھی کہ سعید دب جائے اور میری اطاعت کا حلف اٹھالے۔ مگر خدا کو ایسا منظور نہ تھا اور سعید کے بیوی بچوں کی قضا آچکی تھی"

سرحون۔ امیرالمومنین سچ فرماتے ہیں۔ مگر اس قسم کی سیاست بعض اوقات برعکس اثر پیدا کرتی ہے۔

معاویہ۔ مجھے کچھ خوف نہیں ہے۔ میں کسی برعکس اثر سے ڈرتا نہیں ہوں۔ سرحون کیا تم سعید سے کچھ تعلق رکھتے تھے۔

سرحون۔ میں امیرالمومنین کے تخت کا حلقہ بگوش ہوں اور اس تخت کے باغی سے تعلق رکھنا حرام سمجھتا ہوں۔ مگر عورت اور بچوں کے دردناک حال نے مجھکو متاثر کیا۔ اگر حضور کو میری عرض ناگوار گزری تو معافی چاہتا ہوں۔

معاویہ نے کہا دربار برخاست کیا جائے۔ لاشوں کو یہاں سے لیجاؤ۔ میں اس مسئلہ پر اب کچھ گفتگو کرنی نہیں چاہتا۔

نواں باب

فرحہ اور ریحانہ کا فرار

آیا تم پر خالد بن یزید نے سحر کر دیا ہے۔ کچھ یاد بھی ہے ہم یہاں کس غرض سے آئے تھے۔ چھ مہینے گزر گئے۔ تم نے خالد سے نکاح کرکے ایک دن بھی یاد نہ کیا کہ تمہارے ماں باپ کا خون انتقام چاہتا ہے۔ اور یہاں کسی خاص مقصد سے ہمارا آنا ہوا تھا۔

فرحہ۔ ہاں ریحانہ تم سچ کہتی ہو۔ میں اس زندگی کے دھوکہ میں آگئی۔ میں نے تم سے ملنا بھی کم کر دیا۔ حالانکہ مجھ پر فرض تھا کہ روز تم سے ملتی اور قتل معاویہ کے ارادہ کو تازہ کرتی رہتی۔

خالد سے میں نے اسیو جہ سے نکاح کر لیا کہ وہ ہم کو ہمارے ارادہ میں مدد دیگا کیونکہ اسکو حضرت علیؓ سے سچی محبت ہے۔ اور معاویہ سے دلی نفرت رکھتا ہے۔

ریحانہ۔ آپا یہ تم کیسی بے عقلی کی بات کہتی ہو۔ یزید ابن ابی سفیان کا بیٹا اور حضرت علی کا دوست۔ پتھر کا پانی بن جانا ممکن مگر بنی امیہ کا حضرت علی سے محبت کرنا ممکن نہیں۔ خالد تم کو فریب دیتا ہے۔ اس نے تم سے نکاح کرنے کے لیے یہ مکر کیا ہے۔ ورنہ اپنے سگے چچا کے خلاف وہ ہرگز نہیں ہو سکتا جسکے دم سے خالد کیے امیرانہ ٹھاٹ ہیں۔ اسکو ایک عورت کی خاطر وہ قتل کرنا چاہتے ہیں اسکو کیونکر تسلیم کرلوں۔ یہ بات سراسر غلط ہے۔

فرحہ۔ نہیں ریحانہ خالد کو بعض خانگی وجوہات کے سبب معاویہ سے عداوت ہے وہ ہر روز معاویہ کے خلاف مجھ سے باتیں کیا کرتا ہے چنانچہ پرسوں اس نے مجھ سے کہا کہ سعید تاجر اور اسکے بیوی بچوں کے قتل سے امرائے دربار اور شہر کے باشندوں میں عام ناراضی پھیلی ہوئی ہے۔ اور معاویہ اس سے بہت پریشان ہو رہے ہیں۔

ریحانہ۔ سعید تاجر کون تھا؟ اور اسکو بیوی بچوں سمیت کیوں قتل کیا گیا؟

فرحہ۔ خالد کی زبانی معلوم ہوا حضرت علی کی محبت کا اظہار سب سے بڑا جرم تھا۔ اور خالد کہتا تھا کہ بڑی بے دردی سے سعید کے بیوی بچوں کو قتل کیا گیا۔ جس سے سرحون بن منصور نے انتقام کیا تھا اور رات کو زیاد اور ضحاک۔ وغیرہ نامور امیروں کو جمع کر کے معاویہ نے سعید کے واقعہ پر بہت افسوس کیا اور کہا کہ ایسا کھلم کھلا قتل میری عادت اور حکمت عملی کے خلاف تھا۔ اسپر زیاد نے معاویہ کو تسلی دی۔ اور کہا آپ کچھ افسوس نہ کیجیے سعید اسی قابل تھا۔

ریحانہ تو کیا خالد معاویہ کے خلاف سعید کے واقعہ سے کچھ فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔

فرحہ۔ ہاں اس نے مجھ سے کہا کہ معاویہ علاوہ اس بیرونی جھگڑہ اور فکر کے ایک خانگی پیچ میں بھی مبتلا ہیں۔ اگر ایسے وقت ان کے خلاف کچھ کام کیا جائے تو بہت مفید ہوگا کیونکہ ان دنوں انکی قوت تدبیر پراگندہ ہے۔

ریحانہ۔ کچھ معلوم ہوا وہ خانگی فکر کس بات کا ہے؟

فرحہ۔ میں نے خالد سے دریافت کیا تھا۔ اس نے بتایا کہ مرجانہ نام ایک لونڈی ہے جو معاویہ کی منظور نظر تھی اس سے یزید نے کچھ تعلق پیدا کر لیا۔ اور معاویہ نے اپنی آنکھ سے دونوں کا ملنا دیکھ کر مرجانہ کو قید کی سزا دی۔ اور اب ان کو یزید سے بہت ملال ہے اور ہر وقت اسکے رنج سے مغموم رہتے ہیں۔

ریحانہ۔ کیا فرحہ تم نے یہ خبر سچی کہی ہے۔ اللہ اکبر بنی امیہ نے اپنی عربی شرافت کو بالکل فراموش کر دیا۔ باپ کی لونڈی سے بیٹے کا تعلق اہل عرب میں کسی نے نہ سنا ہوگا۔ لعنت ہے ایسے بدچلن لوگوں پر۔

فرحہ۔ کیا تم اس موقع پر کوئی ایسی تدبیر تجویز نہیں کرتیں جس سے ہم اپنے والدین کا اور حضرت علی کا انتقام لے سکیں۔

ریحانہ۔ اگر تم کو واقعی خالد پر اعتماد ہے تو اس سے مشورہ کرو۔ میرا ذہن تو بنی امیہ کی روٹی کھاتے کھاتے کند ہو گیا۔

فرحہ۔ اچھا دیکھو میں آج ہی اسکی کچھ تدبیر کرونگی لیکن تم جابر سے بھی اسکا ذکر کرنا شاید وہ ہماری مدد کر سکے۔

ریحانہ۔ کیا تم کو معلوم نہیں کہ میں نے جابر سے بات کرنی ترک کر دی ہے کیونکہ اسکی نظر مجھکو خراب معلوم ہوتی تھی۔ اب میں اسکو اپنے مکان کے قریب بھی نہیں آنے دیتی۔ مگر ہاں۔

ریحانہ نے کچھ دیر سکوت کے بعد کہا۔ فرحہ میرے دل میں ایک بات آتی ہے۔ مگر اسکو میں ابھی بیان نہ کرونگی۔ دیکھو کل تک اسکا بندوبست کرکے تم سے کہونگی۔

فرحہ ریحانہ کے پاس سے اٹھ کر چلی گئی۔ اور ریحانہ نے اپنی رومی لونڈی کو بلایا جو خالد نے اسکی خدمت کے واسطے مقرر کی تھی۔ اور چپکے چپکے اس سے کچھ باتیں کیں۔

فرحہ ریحانہ سے بات چیت کرکے خالد کے پاس گئی تو دیکھا وہ کچھ سراسیمہ اور مغموم بیٹھا ہے فرحہ نے سبب پوچھا تو اس نے کہا۔ ابھی خبر آئی ہے کہ آج صبح معاویہ پر کسی شخص نے حملہ کیا۔ مگر معاویہ بچ گئے۔ قاتل گرفتار ہو گیا ہے۔ اور کہتا ہے کہ آج ہی کوفہ میں حضرت علی قتل ہوئے ہونگے۔ اور مصر

ہیں عمرو بن العاص۔

فرحہ۔ قاتل نے حضرت علی اور عمرو بن عاص کے قتل کا حال کیونکہ جانا۔

خالد۔ وہ کہتا ہے ہم تین آدمیوں نے آپس میں اس کا سمجھوتہ کر لیا تھا کہ ایک معاویہ کو مارے۔ دوسرا علی کو قتل کرے۔ تیسرا عمرو عاص کو ہلاک کر دے۔ کہ یہی تینوں مسلمانوں کے باہمی نفاق کے باعث ہیں۔

فرحہ۔ معاویہ نے تو حضرت علی کے قتل کی سازش کر رکھی تھی تو کیا حضرت علی نے بھی کسی کو قتل معاویہ پر مامور کیا۔

خالد۔ نہیں یہ تو خارجیوں کی جماعت کا کام ہے۔ معاویہ نے جن لوگوں سے قتل علی کی سازش کی تھی وہ اور لوگ ہیں ان کو میں جانتا ہوں۔ اور حضرت علی تو اس قسم کی سازشوں کو جایز ہی نہیں سمجھتے ان پر شبہ کرنا فضول ہے خدا علی کی خیر رکھے۔

فرحہ۔ لیکن میں دیکھتی ہوں کہ تم کچھ فکرمند ہو اسکی کیا وجہ ہے۔

خالد۔ مجھے خوف ہے کہ اس حملہ کے سلسلہ میں معاویہ بہت گہری تحقیقات کرینگے اور اگر معلوم ہو گیا کہ مالک بن اشتر کی لڑکیاں میرے پاس ہیں تو مجھ پر بھی وبال آئے گا۔

فرحہ۔ تو قبل اسکے کہ تم پر وبال آئے تم ہی معاویہ کا کام تمام کیوں نہ کر دو۔

خالد۔ یہ بہت مشکل کام ہے۔ اور اب تو معاویہ بڑی ہوشیاری سے زندگی بسر کرینگے۔

یہ دونوں باتیں کر رہے تھے کہ جابر کے آنے کی اطلاع ہوئی اور خالد اٹھکر باہر چلا گیا اور دیر تک جابر سے سرگوشی کرتا رہا۔

رات کو فرحہ سوتی تھی اور خالد بھی اسکے پاس تھا یکایک فرحہ کی آنکھ کھلی اور اس نے دیکھا کہ خالد آہستہ آہستہ کہیں جا رہا ہے۔ فرحہ چپکی پڑی رہی۔ اور جب خالد گھر کے باہر چلا گیا تو یہ بھی اٹھی اور دبے پاؤں باہر نکلی۔ اس نے دیکھا۔ خالد ایک عورت سے باتیں کر رہا ہے۔ اور دونوں باغ کے ایک گوشہ میں پاس پاس بیٹھے ہیں۔ فرحہ انکی پشت کے قریب ایک درخت کی آڑ میں کھڑی ہو گئی اور باتیں سننے لگی۔

خالد۔ تم ۔ کس نے کہہ دیا کہ میں نے اس سے نکاح کر دیا۔ عذرا تمہارے پیارے چہرے کی قسم زینہ کو میں نے نظر بند کیا ہے تاکہ امیر المومنین کے خلاف کوئی کارروائی نہ کرنے پائے۔ ورنہ محبت تمہارے سوا دنیا میں کسی کے ساتھ مجھکو نہیں ہے۔ تم ہی بے وفا ہو۔ میں نے سنا ہے یزید بن معاویہ سے تم نے تعلقات پیدا کیئے اور مجھکو اور میری پرانی محبت کو فراموش کر دیا۔ یزید تو خیر شہزادہ ہے اس سے گر تعلق پیدا کیا تھا تو میں اتنا بُرا نہ سمجھتا۔ لیکن تم نے تو اپنے غلام کو تر سے الفت کا رشتہ جوڑا ہے استنے بڑے سردار کی لڑکی اور حبشی غلام سے تعلق تم کو شرم نہیں آتی۔

عذرا۔ شرم تم کو آنی چاہیئے کہ بنی امیہ کے مشہور دشمن مالک بن اشتر کی لڑکی کو گھر میں ڈالا ہے۔ یزید کی محبت کا طعنہ نہ دو۔ میں نے اسمیں سبقت نہیں کی۔ بلکہ یزید نے تمہارے نام کی آڑ لیکر مجھکو خراب کیا۔ جب میرے باپ مسلم بن عتبہ کو خبر ہو گئی کہ خالد بن یزید میرے گھر میں مخفی طور سے آتا ہے تو اس نے بڑے سخت پہرے لگا دیئے اور کسی شخص کو میرے پاس آنے کی مجال نہ رہی۔ ایک دن میں حوض میں غسل کرکے باہر نکلی اور کپڑے پہننے کا سامان کرنے لگی تو میں نے دیکھا ایک جوان آدمی کوٹھڑی کے اندر کھڑا ہے۔ میں چونکہ بالکل برہنہ تھی گھبرا کر بیٹھ گئی اور اپنے سر کے بالوں سے اپنا بدن چھپا لیا۔ اس مرد نے کچھ دیر تو مجھکو دیکھا اور پھر کہا تم شرماؤ نہیں میں خالد بن یزید کا پیغام لایا ہوں۔ اور اس کا خاص آدمی ہوں میں نے چونکہ گھبراہٹ میں اس مرد کی صورت دیکھی نہ تھی یقین کر لیا کہ شاید خالد کا کوئی آدمی ہو مگر تعجب اسکا تھا کہ یہ ایسے مخفی زنانہ مکان میں کدھر سے آ گیا۔ آخر میں نے اُس سے کہا کہ اگر تم خالد کے آدمی ہو تو یہ بدتمیزی تم نے کیوں کی۔ میں برہنہ ہوں اور تم سامنے آ گئے۔ ہٹ جاؤ تاکہ میں کپڑے پہن لوں۔

مگر وہ شخص اس قدر دلیر اور شریر ثابت ہوا کہ آگے میں کچھ بیان نہیں کر سکتی۔ اور اس کے بعد میں نے پہچانا کہ وہ امیر المؤمنین معاویہ کا لڑکا یزید ہے۔ اور پہرہ داروں کو بڑی رشوت دیکر اندر آ گیا تھا۔

اے خالد تم سمجھ سکتے ہو عورت ذات کمزور ہے۔ اور بادشاہ کے بیٹے کے سامنے تو کوئی عورت بھی طاقتور نہیں رہ سکتی۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ یزید نے تو اپنے باپ کی بیوی تک کو نہ چھوڑا۔

خالد۔ مجھے سب کچھ معلوم ہے۔ تم کیوں جھوٹ بولتی ہو۔ یزید تمہارے ہاں ہرگز نہیں گیا۔ تم خود یزید کے پاس گئی تھیں۔ تم نے اپنے غلام کوثر سے بیان کیا کہ میں یزید کی بہن سے ملنے گئی تھی اور غلطی سے اس مکان میں چلی گئی جہاں یزید برہنہ غسل کر رہا تھا۔ اور یزید نے میرے باپ کی عزت خراب کر دی۔ عذرا تم بہت مکار ہو گئی ہو۔ تم نے وفاداری کے سب وعدے خاک میں ملا دیئے۔ مجھے سب سے زیادہ قلق اس کا ہے کہ غلام سے تعلق پیدا کیا اب تم میرے کام کی نہیں ہو۔ اور میں تم سے کچھ واسطہ رکھنا نہیں چاہتا۔

عذرا۔ میں کب چاہتی ہوں کہ تم جیسے باغی سلطنت سے محبت کروں۔ میں تو آج کی رات تم کو اطلاع دینے آئی تھی کہ امیرالمومنین کو خبر ہو گئی ہے کہ مالک بن اشتر کی لڑکیاں خالد کے گھر میں پوشیدہ ہیں اور ان کا ارادہ امیرالمومنین کے قتل کا ہے۔ میں نے سابقہ تعلقات کی بنا پر چاہا کہ تمکو خبر کر دوں تاکہ تمہاری جان خطرہ سے بچ جائے۔ اسواسطے خود یہاں آئی۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ قضا تمہارے سر پر کھیل رہی ہے۔ تم میرے فعل میں دخل دینے والے کون ہوتے ہو۔ میں نے جو چاہا کیا اور جو چاہونگی کرونگی۔ تم نے بھی تو چھ مہینے سے غیر کو دل دے رکھا ہے۔ کیوں خالد تم ہی وہ خالد ہو جس نے عذرا سے کہا تھا کہ میں سات برس سے تیرے خیال میں تباہ ہو رہا ہوں۔ اور تم ہی وہ خالد ہو جس نے فرحہ بنت مالک سے کہا کہ میں سات برس سے تیرا فریفتہ ہوں۔ اے سات برس کے پرانے مکار ڈوب مر۔ ابوسفیان کے گھر والے سب ہی ایسے دغاباز ہوتے ہیں۔

خالد۔ میں نے بنت مالک سے ہرگز نہیں کہا کہ میں سات برس سے تیرا عاشق ہوں۔ تم سے کسی نے یہ غلط بیان کیا۔

عذرا۔ ہاں ہاں آپ سچے اور میں جھوٹی۔ جابر کو میں نے ہی بنت مالک کے لیے دور دراز سفر پر بھیجا تھا۔ اور وہ میں ہی ہوں جو بنت مالک سے قتل معاویہ کے مشورے کرتی ہوں۔

خالد کے بدن میں عذرا کی باتوں سے خون جم گیا۔ اور خوف وندامت سے اسکا حلق خشک ہو گیا۔ وہ بات کرنی چاہتا تھا۔ مگر زبان کی خشکی اور سانس کی تیزی سے وہ بول نہ سکتا تھا آخر اس نے ہانپتے ہوئے کہا۔ اچھا پیاری عذرا میری خطاؤں کو معاف کرو۔ بے شک میں قصوروار ہوں

اور ابھی ... کی بیٹیوں کو تمہارے سامنے ہلاک کر دینے کا اقرار کرتا ہوں۔ خدا کے لیے امیرالمومنین کے قہر سے مجھے بچا لو پھر میں ساری عمر تمہارا غلام بنا رہوں گا۔

عذرا۔ چپ ہو جا جھوٹے فتنہ پرداز۔ اپنے چچا کو دھوکہ دینے والے مجھے تیری کسی بات کا اعتبار نہیں ہے۔

خالد اور عذرا کچھ دیر خاموش بیٹھے رہے۔ اسکے بعد خالد اُٹھا۔ اور اس نے کہا اچھا عذرا میں ابھی مالک کی لڑکیوں کے سر کاٹ کر لاتا ہوں۔ جب تو تجھے یقین آئے گا۔ یہ کہا اور اٹھکر خوابگاہ کی طرف چلا عذرا وہیں بیٹھی رہی۔

فرحہ نے یہ سب باتیں سنیں اور جب اس نے دیکھا کہ خالد مجھکو قتل کرنے اندر جاتا ہے تو اس نے ہمت کر کے فیصلہ کیا کہ یہ وقت مردانہ کام کرنے کا ہے۔ چنانچہ وہ بھی دبے پاؤں خالد کے پیچھے پیچھے ... اندر گئی۔ تو اس نے دیکھا کہ خالد تلوار دیوار پر سے اتار رہا ہے۔ فرحہ نے اپنا دوپٹہ سر سے اتارا اور پیچھے سے جا کر خالد کے منہ پر اسکو ڈال کر اس زور سے کھینچا کہ خالد بے قابو ہو کر گر پڑا۔ فرحہ اسکو چمٹ گئی۔ اور جبرًا اسکے ہاتھ دوپٹہ سے باندھنے لگی۔

خالد نے خیال کیا عذرا اندر آگئی ہے۔ اسواسطے اس نے کہا۔ عذرا تم ذرا صبر کرو میں ابھی فرحہ در یحانہ کا سر کاٹ کر لاتا ہوں۔ مگر چونکہ اندر تاریکی تھی اور فرحہ نے خالد کی آنکھوں پر دوپٹہ ڈال رکھا تھا اسواسطے وہ فرحہ کو پہچان نہ سکا۔ مگر فرحہ عورت ذات تھی خالد نے زور کر کے اسکو دبا لیا۔ اور فرحہ کو گود میں دبوچ کر کہنے لگا۔ اب بولو عذرا کیا علاج کروں۔ فرحہ نے کچھ جواب نہ دیا۔ وہ بالکل بے بس ہو گئی تھی۔ اور اسکو ڈر تھا کہ اگر خالد نے آنکھ کھولکر مجھکو دیکھ لیا تو ابھی قتل کر ڈالیگا۔ اسواسطے اس نے خالد کی تلوار اٹھالی جو اسکے پاس پڑی تھی اور خالد کی کوکھ میں اسکی نوک چبھو دی۔ جسکی تکلیف سے خالد کی گرفت ڈھیلی ہو گئی اور اس نے ہائے عذرا کہہ کر فرحہ کو چھوڑ دیا۔ فرحہ نے پھرتی کر کے تلوار کا دوسرا ہاتھ خالد کی گردن پر مارا جس سے خالد کی گردن کٹ گئی۔ اور وہ گر کر خون میں لوٹنے لگا۔

فرحہ خالد کو قتل کرکے دوڑی ہوئی ریحانہ کے پاس گئی۔ اسکو جگایا اور سارا حال بیان کیا۔
ریحانہ نے کہا اب یہی مصلحت ہے کہ عذرا کو گرفتار کرکے اسکے اونٹ پر سوار ہو اور دمشق چلو۔
یہاں رہنا ٹھیک نہیں۔

فرحہ نے اپنے لڑکے کو بلایا۔ اور خون میں بھرے ہوئے کپڑے بدلے اور خالد کا سر کاٹ کر ساتھ لیا۔ اور دونوں بہنیں عذرا کی طرف گئیں۔ جہاں وہ بیٹھی تھی۔ فرحہ نے آگے بڑھ کر خالد کا سر اسکے آگے ڈال دیا۔ عذرا نے رات کے سبب اسکو فرحہ کا سر سمجھا۔ اور ایک دفعہ ہی خوش ہو کر کہا شاباش پیارے خالد تم اپنی بات کے پورے ہو۔

عذرا کی بات ختم نہ ہونے پائی تھی کہ ریحانہ نے آگے بڑھ کر عذرا کے منہ پر کپڑا ڈال کر اسکو دبوچ لیا۔ اور اسکے منہ پر ہاتھ رکھ کر فرحہ سے کہا لاؤ کپڑا لاؤ اور اسکے منہ میں ٹھونس دو تاکہ یہ آواز نہ نکال سکے۔ چنانچہ دونوں بہنوں نے ملکر عذرا کو قید کر لیا۔ اسکے بعد ریحانہ اپنی رومی لونڈی کے پاس گئی اور اسکو جگا کر کہا۔ تم نے دمشق میں جس مکان کا بند وبست ہمارے واسطے کیا ہے وہ کس محلہ میں ہے۔ لونڈی نے کہا۔ وہ زیاد کے مکان کے قریب ہے۔ تو کیا تم مجھکو ساتھ نہ لے چلو گی۔ ریحانہ نے کہا۔ اگر تو چلے اور ہماری رازدار رہے تو ہم تجھکو اپنی جان کی برابر رکھیں گے۔ لونڈی نے کہا میں اگر رازدار نہ ہوتی تو اپنے مالک سے پوشیدہ تمہارے رہنے سے مکان کا بند وبست کیوں کرتی۔

ریحانہ نے کہا اچھا تو اصطبل میں جا اور ایک تیز سانڈنی کھول لا۔ تاکہ ہم اسوقت یہاں سے بھاگ چلیں۔ لونڈی گئی۔ اور ایک سانڈنی تیار کرکے لے آئی۔ فرحہ اور ریحانہ نے باہر نکلکر دیکھا کہ عذرا کی سانڈنی تیار کھڑی ہے۔ ریحانہ نے فرحہ کے لڑکے کو لونڈی کے ساتھ بٹھایا اور خود فرحہ اور عذرا کی بندھی ہوئی گٹھڑی کے ساتھ عذرا کے اونٹ پر سوار ہوئی۔ اور دونوں سانڈنیاں دمشق کی طرف چلدیں۔ راستہ میں ریحانہ نے فرحہ سے کہا۔ تم نے کچھ خرچ بھی لیلیا۔ دمشق میں ہم کیونکر بسر اوقات کرینگے۔ فرحہ نے کہا تم اطمینان رکھو۔ میرا سارا زیور اور ہزار اشرفیاں کپڑوں کے

ساتھ باندھ لی ہیں +

دسواں باب
حصین بن نمیر کے پڑوسی

تم میرے شوہر ہو خدا نہیں ہو۔ مجھ پر دنیاوی کاموں میں تمہاری اطاعت واجب ہے دین کے مسائل میں مجھکو آزادی ہے۔ تم کو کوئی حق نہیں ہے کہ حضرت علی کو برا کہنے کے لیے مجھکو مجبور کرو۔

حصین بن نمیر۔ ہم کو حکم دیا گیا ہے کہ مسجدوں اور گھروں میں علی کو برا کہا کریں اور ان سے بیزاری کا سبق اپنے بیوی بچوں کو دیں۔ تم میری بیوی ہو تم کو بھی علی سے بیزار رہنا چاہیے۔

عاتکہ۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ جس رسول کا میں کلمہ پڑھتی ہوں اسکے محبوب بھائی اور مقبول داماد کو برا کہوں۔ اگر تم کو حکم دیا گیا ہے تو تم کو خدا کے حکم کا بھی لحاظ رکھنا چاہیے کہ دنیا کے بادشاہ سے بڑا دین کا بادشاہ ہوا کرتا ہے۔ اور وہ خدا رسول ہیں۔

حصین بن نمیر۔ ہاں میں اسکو تسلیم کرتا ہوں۔ علی کی فضیلت کا مجھے اقرار ہے۔ اور یہ بھی مانتا ہوں کہ مسلمان وہی ہے جو رسول خدا کے قرابت داروں سے محبت رکھے۔ مگر اے عاتکہ دنیا بھی ایک چیز ہے۔ قرآن میں خدا نے حکم دیا ہے ولا تنس نصیبك من الدنیا۔ اپنی دنیا کا حصہ فراموش نہ کر۔ امیر معاویہ کے پاس ہماری دنیا کا حصہ ہے۔ ہم اسکو کیونکر چھوڑ دیں۔

عاتکہ۔ اگر تم دنیا کو دین سے زیادہ سمجھتے ہو تو تمہیں اختیار ہے مگر میں اپنا ایمان دنیا کی خاطر برباد نہ کرونگی۔

حصین بن نمیر۔ صرف حضرت علی کے برا کہنے سے ایمان نہیں جاتا۔

عاتکہ۔ ابھی تم نے کہا تھا مسلمان وہی ہے جو رسول خدا کے قرابتداروں سے محبت رکھے۔ اور اب کہتے ہو کہ علی کے برا کہنے سے ایمان نہیں جاتا۔

حصین بن نمیر۔ اب اس بحث کو چھوڑو۔ اور علی کے برا کہنے کا اقرار کرو۔ آجکل معاویہ کا مزاج نہایت برہم ہے اور وہ ہر شخص پر غداری کا شبہ کر رہے ہیں۔ کل رات کو خالد بن یزید بن ابی سفیان کو انہوں نے قتل کرا دیا۔ حالانکہ وہ ان کے بھائی کا بیٹا تھا۔

عاتکہ۔ خالد کا کیا جرم تھا۔ وہ تو امیرالمومنین کا بڑا خیر خواہ سمجھا جاتا تھا۔

حصین۔ اس نے مالک بن اشتر کی لڑکیوں کو اپنے پاس چھپایا تھا۔ خالد کے ملازم جابر نے اسکی اطلاع معاویہ کو کر دی۔ اور انہوں نے خفیہ طریقہ سے بچارے کو قتل کرا دیا۔ صبح کو اسکی لاش پائی گئی۔

عاتکہ۔ اور مالک کی لڑکیوں کا کیا حشر ہوا۔

حصین۔ ان کو خالد نے کہیں بھگا دیا۔ سوار تلاش کرنے گئے ہیں۔

عاتکہ۔ یہ تو بڑا اندھیر ہے۔

حصین۔ جب ہی تو میں کہتا ہوں کہ علی کو برا کہا کرو تاکہ ہم پر کوئی آفت نہ آجائے۔

عاتکہ یہ سنکر چپ ہو گئی اور اس نے شوہر کو پھر کچھ جواب نہ دیا۔ حصین بن نمیر بھی خاموش ہو کر باہر چلا گیا۔

جب حصین گھر سے باہر جا چکا تو ایک رومی لونڈی عاتکہ کے پاس اندر آئی جو دروازہ کے قریب ایک ستون کی آڑ میں چھپی ہوئی کھڑی تھی۔ اور عاتکہ و حصین کی باتیں سن رہی تھی۔

رومی لونڈی۔ عاتکہ بی بی سلام۔ خدا آجکی شام تم کو مبارک کرے۔

عاتکہ۔ تم کس کی لونڈی ہو۔

لونڈی۔ میں عمر تاجر کی لونڈی ہوں۔ جس نے آپکے پڑوس میں مکان لیا ہے۔ اسکی بیوی اور ایک بہن اور ایک لڑکا اور ایک میں یہاں رہتے ہیں۔ اور وہ خود تجارت کے لیے دمشق سے باہر چلا گیا ہے میری بیوی نے مجھ سے کہا کہ حصین بن نمیر اور زیاد ابن ابی سفیان کے ہم پڑوسی ہیں تم جا کر ان کی عورتوں سے پوچھو کہ ہم کو ان کے پاس آنے کی اجازت ہو تو آیا کریں کیونکہ ہمارا مرد گھر

یہ موجود نہیں ہے۔ اور ہمارا دل تنہائی میں بہت گھبراتا ہے۔ عاتکہ نے کہا۔ وہ شوق سے یہاں آیا کریں۔ اور میں بھی ان کے پاس جانے کی کوشش کرونگی۔ یہ عمر تاجر کہاں کے رہنے والے ہیں۔

لونڈی ۔ یہ تو مجھے معلوم نہیں کیونکہ مجکو انہوں نے یہیں دمشق سے خریدا ہے۔

عاتکہ۔ بوا آجکل نازک زمانہ ہے اجنبی عورتوں سے ملنا مشکل ہے میں اپنے شوہر سے دریافت کرکے جواب دونگی۔

لونڈی نے کہا بہت اچھا۔ آپ ان سے پوچھ لیجئے۔ یہ کہکر وہ اپنے گھر چلی گئی اور فرحہ وریحانہ سے عاتکہ کی وہ سب باتیں کہیں جو اس نے اپنے شوہر حصین بن نمیر سے کی تھیں فرحہ وریحانہ کو بہت خوشی ہوئی کہ حضرت علی کی ایک دوست عورت ہم کو ملگئی لیکن یہ بہت اندیشہ کی بات ہے کہ عاتکہ اپنے شوہر سے ہمارا حال کہے گی اسمیں تو راز کھلجانے کا خوف ہے۔ لونڈی نے کہا۔ آپ فکر نہ کیجئے۔ اور ابھی عاتکہ کے پاس چلی چلیئے۔ تاکہ اسکو پھر دریافت کرنے کی ضرورت ہی نہ رہے۔

فرحہ وریحانہ نے اس تجویز کو پسند کیا اور اپنے لڑکے کو ساتھ لیکر عاتکہ کے پاس چلی گئیں۔

عاتکہ بہت اخلاق سے پیش آئی اور عمر تاجر کا حال پوچھنے لگی۔

فرحہ۔ میرا شوہر دمشق کا رہنے والا ہے۔ اور میں بھی اسی شہر کی باشندہ ہوں۔ میرے ماں باپ مرگئے۔ اور جس محلہ میں میرے شوہر کا مکان تھا وہ بدچلن لوگوں کا ہے اسواسطے اس نے سفر جانے کے وقت یہ تجویز کی کہ شریف اور بڑے آدمیوں کے محلہ میں مکان لے تاکہ ہم بدمعاشوں کی شرارت سے محفوظ رہیں۔

عاتکہ۔ تمہارے خاوند نے بڑی عقلمندی کا کام کیا۔ اب تم کسی بات کا اندیشہ نہ کرو۔ تم ہمارے امن میں کسی قسم کی تکلیف نہ اٹھانے پاؤ گی۔ فرحہ اور ریحانہ نے شکریہ ادا کیا۔ اور عاتکہ سے گھل ملکر باتیں کرنے لگیں۔ جب رات زیادہ آئی تو فرحہ وریحانہ نے کہا اب ہم جاتے

ہیں۔ آپکے شوہر آتے ہونگے۔

عاتکہ۔ ابھی میرے شوہر دیر میں آئینگے۔ کیونکہ آج رات کو امیرالمومنین نے خاص خاص امیروں کو کسی پوشیدہ مشورہ کے لیے طلب کیا ہے۔

فرحہ۔ کیا امیر المومنین رات کو بھی دربار کرتے ہیں۔

عاتکہ۔ وہ بڑے محنتی آدمی ہیں۔ اور اپنے فرائض کی تکمیل میں رات اور دن کی کچھ پروا نہیں کرتے۔ ان کے امیروں کو بھی ہر وقت مستعد رہنا پڑتا ہے۔ تم نے سُنا ہوگا کہ حضرت علی کسی خارجی کے ہاتھ سے شہید ہوگئے۔ اب امیرالمومنین اسکا بندوبست کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت علی کے لڑکے حسن خلافت پر قایم نہ رہیں اور سب اختیارات امیرالمومنین کے ہاتھ میں آجائیں۔

فرحہ۔ کیا سچ مچ یہ خبر درست ہے کہ حضرت علی شہید ہوگئے۔ یہ تو بہت بڑا واقعہ ہے میرا شوہر عمر ان کو بہت برا سمجھتا ہے۔ مگر مجکو خود بخود حضرت علی سے محبت ہے۔ کیسے نیک آدمی تھے مسلمانوں کو تو ان سے محبت کرنی بہت ضروری ہے کیونکہ وہ رسول خدا کے بھائی اور داماد تھے۔

عاتکہ۔ میں بھی حضرت علی کو بہت پسند کرتی ہوں۔ میرے دل میں انکی بڑی عزت ہے۔ مگر آجکل کے نازک حالات کے سبب زبان سے کچھ نہیں کہہ سکتی۔

فرحہ۔ ہاں بیوی خاموشی ہی بہتر ہے۔ مردوں کو تو دنیا عزیز ہے۔ ایمان کو وہ کوئی چیز نہیں سمجھتے۔

ریحانہ۔ مرد ہم عورتوں ہی کے لیئے دنیا کماتے ہیں انکو برا کہنا ٹھیک نہیں ہے۔

عاتکہ۔ ایسی دنیا عورتوں کو درکار نہیں ہے جس سے دین غارت ہو یہ کہکر وہ ذرا گھبرائی کیونکہ وہ ڈری کہ یہ اجنبی عورتیں خلیفہ کی جاسوس نہوں۔

فرحہ نے فوراً اس حالت کو سمجھ لیا۔ اور کہا خدا ہمارا اور مردوں کا ایمان بھی سلامت رکھے۔ اور دنیا بھی عطا کرے۔ خدا میں سب قدرت ہے۔ بندہ جس طرح اس سے مانگتا ہے

اسی طرح جنازہ دیتا ہے۔ اتنا کہہ کر یہ عورتیں اپنے گھر چلی آئیں۔

گیارھواں باب

ابن آثال کی بیٹی

اماں مجھے نصرانیت سے تسلی نہیں ہوتی ۔ مسلمانوں کا مذہب ہر اعتبار سے اچھا معلوم ہوتا ہے۔ اسلام میں خدا کا عقیدہ اتنا صاف ہے کہ ہر شخص آسانی سے اسکو سمجھ سکتا ہے۔ عیسائی مذہب کی توحید میری سمجھ میں نہیں آتی کہ تین ملکر ایک ۔ اور تین میں ایک کو مشاہدہ کرو۔ میں تو اب سچے دل سے مسلمان ہوجانا چاہتی ہوں۔ ابا نے مجھ سے کہدیا کہ مذہب کے معاملے میں تجھے پورا اختیار ہے پھر تم کیوں روکتی ہو۔

ابن آثال کی بیوی۔ تو نادان ہے۔ تیرا تجربہ کم ہے۔ تونے مسلمانوں کی سلطنت اور شان و شوکت دیکھ کر اسلام کو اچھا سمجھ لیا ہے۔ حالانکہ یہ مذہب کسی طرح عیسائیت سے اچھا نہیں ہے۔ تجھے معلوم نہیں کہ مسلمانوں کے موجودہ خلیفہ امیر معاویہ جو پیغمبر اسلام کے قریبی رشتہ دار ہیں کیسے سفاک ہیں۔ اور انہوں نے تیرے باپ کے ہاتھوں کتنے آدمیوں کو بے گناہ زہر دلوا کر مار ڈالا۔ اور خود خلیفہ کا بیٹا یزید کس قدر آوارہ اور بدچلن ہے اور جتنے درباری امیر ہیں ان کو رات دن ملک گیری اور دنیا حاصل کرنے کے سوا اور کچھ کام نہیں۔ عیسائیوں میں دیکھو کتنے راہب ہیں جنکو نہ عورت کا خیال ہے نہ روپے پیسے کا۔ نہ شان شوکت کا۔ وہ رات دن عبادت خدا میں مصروف رہتے ہیں۔

اگر اسلام اچھا مذہب ہوتا تو اسکے خلیفہ کے خانگی حالات ایسے نہ ہوتے۔

اس کے علاوہ تو مسلمان ہوجائے گی تو نصرانی برادری میں ہماری ناک کٹ جائے گی۔ وہ کہیں گے کہ ابن آثال نے خلیفہ کی نوکری کرکے بے گناہوں کے بے شمار خون کیئے اور پھر دنیا کی خاطر اپنا مذہب بھی بدل ڈالا۔ مسیح تجھ پر رحم کریں خیال دل سے

نکال ڈال۔

ابن آثال کی بیٹی۔ تم نے جو کچھ کہا میں ہی پہلے یہی خیال کرتی تھی۔ اور خلیفہ کے لڑکے یزید اور دوسرے امیروں کی دنیا پرستی سے مجھے نفرت تھی۔ اور اس نفرت کے سبب اسلام میری نظر میں خراب و مکروہ ہو گیا تھا۔ اور میں یہی سمجھنے لگی تھی کہ جب اسلام کے خلیفہ کی یہ حالت ہو تو اسلام بہت ہی برا مذہب ہے مگر خدا برکت دے عمر تاجر کی بیوی کو کہ اس نے میرا خیال بدل دیا۔ اور اصل حقیقت مجھکو سمجھا دی۔ اس نے کہا کہ ان امیروں اور خلیفہ کے افعال پر اسلام کی تعلیم کا قیاس نہ کرو کیونکہ یہ گنتی کے چند آدمی ہیں جنہوں نے حکومت پر قبضہ کر لیا ہے اور اپنے برے اعمال سے اسلام کو بدنام کرتے ہیں ورنہ اسی دمشق میں ہزاروں مسلمان ایسے ہیں جو اسلام کا سچا نمونہ ہیں۔ میں نے عمر تاجر کی بیوی سے کہا کہ خلیفہ پیغمبر اسلام کے سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار ہیں جب ان کو بے گناہوں کا خون بہانے اور حقیقہ ناجائز جوڑ توڑ کرنے میں دریغ نہیں ہے تو سمجھنا چاہیئے کہ یہ اسلام ہی کی خرابی ہے کیونکہ جب اسلام نے اتنے بڑے شخص کی کچھ اصلاح نہ کی تو اور کسی کی کیا کرے گا تو عمر تاجر کی بیوی نے جواب دیا کہ امیر معاویہ پیغمبر اسلام کے سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار نہیں ہیں انہوں نے شامیوں کو دھوکہ میں ڈال رکھا ہے۔ اور شام کے سب مسلمان اور غیر مسلمان لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ امیر معاویہ کے سوا اور کوئی پیغمبر اسلام کا وارث نہیں ہے۔ اور یہی ان کے سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار ہیں۔ حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے پیغمبر اسلام کے سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار حضرت علی تھے جو کسی خارجی کے ہاتھ سے شہید ہو گئے اور اب ان کے بیٹے حسن اور حسین موجود ہیں جو پیغمبر اسلام کی پیاری بیٹی حضرت فاطمہ کے لڑکے ہیں۔ ان کا چال چلن بالکل اسلام کے مطابق ہے۔ امیر معاویہ تو رسول خدا کے خاندان میں ہی نہیں ہیں بلکہ امیر معاویہ کا خاندان تو رسول خدا کے خاندان کا قدیمی دشمن ہے۔ رسول خدا کے خاندان کا نام بنی ہاشم ہے اور امیر معاویہ کے خاندان کا نام بنی امیہ ہے۔ جب بنی ہاشم میں رسول خدا پیدا ہوئے اور انہوں نے اسلام کو اہل عرب کے سامنے پیش کیا تو بنی امیہ رسول خدا کے دشمن ہو گئے۔ اور رات دن رسول خدا کے خلاف کارروائیاں کرنے لگے۔ ان مخالفت کرنے والوں میں سب سے زیادہ

امیر معاویہ کے باپ ابوسفیان تھے۔ اور رسول خداؐ کو بدر۔ احد۔ خندق وغیرہ کی جو مشہور لڑائیاں پیش آئیں ان سب میں رسول خداؐ کے دشمنوں کے سردار یہی ابوسفیان امیر معاویہ کے باپ تھے اور انہی کی شرارت اور کوشش سے یہ لڑائیاں ہوئیں۔ اور یہی ابوسفیان رسول خداؐ پر لوگوں کو چڑھا چڑھا کر لے جاتے تھے۔ غرض ساری عمر مسلمانوں اور ان کے رسول کو ابوسفیان نے طرح طرح سے ستایا۔ لیکن جب رسول خداؐ کی طاقت ان مخالفتوں کے باوجود بڑھ گئی اور انہوں نے فوج لیجا کر مکہ فتح کر لیا جہاں ابوسفیان کی سرداری قائم تھی۔ اور ابوسفیان مفتوح و مغلوب ہو گئے تو انہوں نے اور ان کے بیوی بچوں نے عاجز ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ مگر رسول خداؐ کی صحبت کا فیض اٹھانے کو مکہ سے مدینہ نہ گئے۔ اور ان کو رسول خداؐ کی مبارک تعلیم کا ذرا سا حصہ بھی میسر نہ آیا۔ امیر معاویہ کا خاندان چونکہ بنی ہاشم سے تعداد و دولت میں بڑا تھا اور یہ لوگ اول دن سے چالاک اور توڑ جوڑ کرنے میں ماہر تھے اسواسطے مسلمان ہونے کے بعد ان سب کی کوشش اسطرف مصروف ہو گئی کہ فتوحات ملکی کا فائدہ سب سے زیادہ ان کو ہو۔ اور یہ لوگ ان ملکوں کے مالک ہو جائیں جو دوسرے مسلمانوں نے فتح کئے تھے۔ چنانچہ یہ لوگ رات دن اسی کوشش میں لگے رہے۔ اور اسلام کی دینی و اخلاقی تعلیم حاصل کرنے یا اسپر عمل کرنے کی کوشش انہوں نے نہ کی۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک تو ان کے ہاتھ آ گیا مگر اسلام کا اصلی اثر انمیں نہ جم سکا۔ اور ان کے برُے نمونہ کو دیکھ کر شام کے یہودی اور عیسائی لوگوں نے اسلام کی نسبت بری رائے قائم کر لی۔ جو لوگ رسول خداؐ کی صحبت میں رہے ہیں اور انکی تعلیم کا فیض اٹھایا ہے وہ بڑے پاکباز اور ظاہر و باطن خدا سے ڈرنے والے ہیں اور خدا کے ہر حق کو پہچانتے ہیں۔ اور کوئی کام ایسا نہیں کرتے جو ظلم و بے انصافی کا ہو۔

ابن آنثال کی بیوی۔ اگر یہ صحیح ہے تو مسلمانوں نے امیر معاویہ کو اتنا عروج کیونکر دیدیا کیا انمیں اچھے آدمیوں کی کمی تھی۔ اور کیا حضرت علی ان میں موجود نہ تھے۔

ابن آنثال کی بیٹی۔ یہ سچ ہے۔ مگر میں نے تم سے ابھی کہا تھا کہ امیر معاویہ اور ان کے خاندان والوں کی اول دن سے ملک حاصل کرنے کی کوشش تھی اور حضرت علی اور ان کے خاندان والے دین اسلام

کی تعلیم اور قرآن کی تعلیم سمجھنے اور اسپر عمل کرنے میں مصروف تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق خلیفۂ اول اور حضرت عمر فاروق خلیفۂ دوم کے زمانہ میں ایسے دانشمند آدمیوں کی ضرورت تھی جو ملکوں کے انتظام کا تجربہ رکھتے ہوں اسواسطے انھوں نے امیر معاویہ اور ان کے خاندان والوں کو ملکی عہدے دیدئے۔ یہ لوگ انتظامی کام میں خوب ماہر تھے اور اس سے ان کو دلچسپی بھی تھی۔ کیونکہ سوائے اس ایک کام کے ان کو اور کسی اسلامی کام سے زیادہ لگاؤ نہ تھا۔

عمر تاجر کی بیوی نے مجھ سے کہا کہ اگر تم حضرت علی اور ان کے خاندان والوں کو دیکھو تو اسلام کی سچی تصویر تمہارے سامنے آجائے اور تم اسلام کی پوری شیفتہ بن جاؤ۔

حضرت علی کو دو کام کرنے پڑتے تھے ایک دین کے احکام پر خود عمل کرنا اور دوسروں کو بھی سکھانا دوسرے امیر معاویہ اور ان جیسے بہت سے دشمنوں کی سازشوں کا مقابلہ کرنا اسواسطے وہ رات دن جھگڑوں میں مبتلا رہتے تھے۔ مگر پھر بھی ان کی زندگی ایک پورے مسلمان کی زندگی معلوم ہوتی تھی۔ اور اب ان کے بیٹوں حسن اور حسین کی زندگی اسلام کی تعلیم کا پورا نقشہ ہے۔

عمر تاجر کی بیوی نے مجھ سے ایک بات اور کہی کہ تم بنی امیہ کے موجودہ خلیفہ امیر معاویہ اور دربار کے سب امیروں کو دیکھو کہ ان میں سوائے خفیہ سازشوں اور بے گناہوں کے قتل کے اور بھی کوئی خرابی ہے۔ وہ سب نماز پڑھتے ہیں۔ روزہ رکھتے ہیں۔ اور اسلام کے تمام احکام پر عمل کرتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے برے اعمال صرف دنیا اور حکومت کے لیے ہیں۔ ورنہ اسلام نے ان کو اپنی تاثیر سے بالکل محروم نہیں کیا ہے۔ اور وہ اسلام کے باقی امور میں پابند ہیں۔

اسپر میں نے اس سے کہا کہ اسلام شراب اور حرام کاری کو برا کہتا اور اس سے روکتا ہے مگر خلیفہ کا بیٹا اور امیران دربار کے بیٹے اور بعض امیر شراب پیتے ہیں۔ اور رات دن حرام کاری میں مصروف رہتے ہیں۔ یزید شہکار کتوں کے کھیل کے سوا ان کا اور کوئی مشغلہ نہیں ہے۔ اسکا جواب عمر تاجر کی بیوی نے یہ دیا کہ اسلام نے اسی واسطے دنیا کی حرص و محبت سے روکا تھا کہ یہ دولت دنیا آدمی کو ایسا کر دیتی ہے حضرت ابوبکرؓ۔ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ ۔حضرت علیؓ بادشاہی کرتے تھے۔

بیشمار دولت ان کے پاس آئی تھی مگر انہوں نے اسکو دل نہ دیا۔ اور اس سے محبت نہ کی۔ اسواسطے انکے اعمال بالکل پاک ہے۔ بنی امیہ کے امیروں نے دولت کو اپنا مطلوب بنالیا۔ لہٰذا وہ عموماً بداعمال ہو گئے

تم دمشق کے عام مسلمانوں کو دیکھو وہ سب اسلام کی تعلیم کا نمونہ نظر آئیں گے۔

چنانچہ میں نے اُسدن کے بعد دمشق کے عام مسلمانوں کا حال دیکھنا شروع کیا۔ میں گھر بگھر پھری۔ اور عورت مرد بوڑھے جوان سب کو الگ الگ آزماکر اور مل جلکر دیکھا۔ اور شہر کے علما و مشائخ کے پاس گئی۔ اور انکی زندگی پر غور کرتی رہی۔ ان کی تعلیم کو سنا۔ تو میرا دل روشن ہو گیا مجکو بنی امیہ کے یہ چند آدمی سمندر کے تنکے نظر آنے لگے۔ اور میں مان گئی کہ یہ بد اعمال لوگ اسلام کے عالیشان قصر میں چند کنکریوں کی طرح ہیں جنکو قصر کے خوشنما در و دیوار و فرش و فروش سے کچھ بھی سروکار نہیں ہے گو نام چار کو حکومت پر ان کا قبضہ ہے دولت ان کے پاس کھنچی چلی آتی ہے مگر اسلام کی شان دیکھنے کے لیے ان کو اور ان کے چال چلن کو نمونہ قرار دینا بالکل غلطی ہے۔ جب ہم ان چند صورتوں کو دیکھتے ہیں تو ہمارے دل میں دین اسلام بہت ہی سخت دہ معلوم ہونے لگتا ہے لیکن جب ان کے خاندان کے باہر نظر ڈالتے ہیں تو اسلام کی دل بہلانے والی ایک عظیم الشان جنت پھیلی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ جہاں دین اور دنیا کی مکمل رونق موجود ہے تم عیسائی راہبوں کی تعریف کرتی تھیں کہ دنیا سے تارک اور عورتوں سے بے پرواہیں مگر میں اسکو تعریف نہیں سمجھتی۔ جس دنیا میں خدا نے پیدا کیا ہے اسکو بالکل ترک کردینا بھی برا ہے۔ اور بالکل دنیا کا بن جانا اور خدا کو چھوڑ دینا بھی اچھا نہیں۔ اسلام نے ایسی تعلیم دی ہے کہ آدمی دنیا کی عزت و دولت و راحت بھی حاصل کرے اور آخرت کا سامان بھی عبادت و نیکیوں سے کرتا رہے۔

ابن آثال کی بیوی میں نے مانا کہ اسلام اچھا مذہب ہے اور بنی امیہ کے امیروں کی بداعمالیاں اسکی برائی کی سند نہیں ہوسکتیں اور وہ گنتی کے چند خراب آدمی ہیں اور باقی ہزاروں لاکھوں مسلمان اسلام کا اصلی نمونہ ہیں۔ مگر اس کا کیا علاج کہ ہم اپنی نصرانی قوم میں ذلیل ہوجائینگی اگر تم اسلام قبول کرلوگی۔

ابن آثال کی بیٹی - اماں اصل عزت خدا کی رضامندی میں ہے۔ حضرت مسیح نے جس پیغمبر کی بشارت دی تھی اسکا قبول کرنا ہم پر واجب ہے۔ اور وہ حضرت محمدؐ تھے۔ اگر ہم اسمیں قوم کی رسوائی کا خوف کرینگے تو خدا کے سامنے ہماری اس سے بڑھ کر ذلت و رسوائی ہو گی۔ اور یہی اصلی رسوائی ہے جسکا کچھ علاج نہ ہوسکے گا۔ اماں آخرت سے ڈرو۔ اور تم بھی اس پیارے دین کو قبول کرلو۔ جو میں نے اپنے لیے پسند کیا ہے۔

ابن آثال کی بیوی - بیشک میرا دل اس اچھے دین کی طرف کھنچتا ہے مگر میں خاندان کی عار برداشت نہیں کرسکتی۔ تجکو خبر نہیں ہے کہ دنیا داری کتنی مشکل چیز ہے۔ اور برادری کی بد نامی کو اٹھانا آسان نہیں ہوا کرتا۔ میں تجکو اسلام قبول کرنے کا اختیار دیتی ہوں مگر میری نصیحت یہ ہے کہ اسکو سب کے سامنے ظاہر کرا اپنے دل میں اسلام قبول کرلے۔ اور گھر میں پوشیدہ طور سے اس کے ارکان پر عمل کر لیا کر۔ عام چرچے کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

ان ماں بیٹیوں کی یہ باتیں ہو رہی تہیں کہ ابن آثال بھی گھر میں آگیا اور اس نے اپنی بیوی سے لڑکی کے مسلمان ہونے کا ذکر سنا تو وہ بہت بگڑا۔ اور بولا۔ میں نے پہلے اجازت دیدی تھی مگر میں یہ نہ سمجھتا تھا کہ یہ سچ مچ مسلمان ہونا چاہتی ہے۔ اس کا دل رکھنے کو کہدیا تھا۔ اسکے علاوہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ یزید اس سے محبت رکھتا ہے اس سے مجکو امید ہوئی تھی کہ ایک دن یہ مسلمانوں کی ملکہ ہوجائے گی۔ اسواسطے میں نے اسکو مسلمان ہوجانے کی اجازت دیدی تھی مگر اب میں نے سنا ہے کہ اس نے یزید کو ناراض کردیا۔ اور وہ اس سے نہایت بیزار ہوگیا ہے ایسی حالت میں اس کو مسلمان ہونے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ کہ اب دین بدلنے میں سوائے نقصان کے کچھ فائدہ نہیں ہے اگر یہ اقرار کرے کہ میں یزید کو راضی کرلونگی اور اسکو اپنا ایسا فریفتہ بناؤنگی کہ وہ مجھ سے نکاح کرے گا تو میں خوشی سے اسکو مسلمان ہوجانے کی اجازت دیدونگا۔ کہ پھر ہم تمام مسلمانوں کے بادشاہ بن جائینگے

ابن آثال کی بیٹی - اے باپ تجکو شرمانا چاہیئے۔ یہ تو کیسی باتیں کرتا ہے۔ تونے امیر معاویہ کی دوستی میں اپنی غیرت کہاں کھو دی۔ تونے بے شمار بے گناہوں کو زہر دیکر مار ڈالا۔ تونے مجکو

مجبور کر کے مجھے یزید کے پاس بھیجا۔ اور میری عصمت برباد کرائی۔ میں یزید کو کبھی قبول نہ کرونگی۔ وہ بہت بدچلن آدمی ہے۔ اس نے چند روز مجھ سے تعلق رکھا اور جب اس کا جی بھر گیا تو عذرا بنت مسلم بن عقبہ سے دوستی کرلی۔ اور مجھ سے کہہ دیا کہ اگر اب تو میرے پاس آئیگی تو زندہ نہ جانے پائے گی۔ کہ میں عیسائیوں کو اپنے کتوں سے بدتر اور ذلیل سمجھتا ہوں اور کبھی اس قوم پر اعتبار نہیں کرتا۔

اب تو ہی بتا کہ میں کیونکر ایسے شخص سے تعلق رکھ سکتی ہی جو میری جان کا دشمن ہو گیا تھا مجکو ہونے والے بادشاہ کی ملکہ بننا منظور نہیں ہے۔ اگر تجکو میں دوبر ہوں اور تو مجکو روٹی دینی نہیں چاہتا تو گھر سے نکالدے۔ میں اور کہیں جاکر اپنا گزارہ کرلونگی مگر مجھ سے یہ حرام کاری ہرگز نہو سکے گی۔

ابن آتال۔ شیطان لڑکی تونے خود یزید کا مزاج بگاڑا مجھے سب کچھ معلوم ہے۔ جب یزید نے تجھ سے پوچھا کہ کیا تیرا جابر سے کچھ تعلق تھا تو تونے کہدیا کہ ہاں وہ میرا بہت پرانا دوست ہے۔ حالانکہ یہ بالکل جھوٹ تھا۔ جابر کو تونے کبھی دیکھا ہی نہ تھا۔ اگر تیرا اس سے کچھ تعلق ہوتا بھی تب بھی تجکو انکار کرنا مناسب تھا۔

لڑکی۔ تجکو کچھ خبر بھی ہے کہ اس واقعہ میں پیچیدگی کیا تھی۔ یا یونہی مجھ پر ناراض ہوتا ہے۔ اصل قصہ یہ تھا کہ عذرا بنت مسلم نے ایک دن ایک تحفہ یزید کو بھیجا تھا۔ اور مجھے معلوم تھا کہ عذرا سے یزید کے تعلقات رہ چکے ہیں۔ میں نے وہ تحفہ واپس کرادیا۔ اور جو لونڈی تحفہ لائی تھی اسکو خوب دھمکایا عذرا نے جابر جاسوس کو کچھ دیکر یزید کا خیال میرے طرف سے ہٹانے کی سازش کی۔ جابر نے یزید سے کہا کہ ابن آتال کی لڑکی بہت بدچلن ہے اور میرا اس سے تعلق رہ چکا ہے۔ یزید نے مجھ سے پوچھا۔ میں نے کہا میں تو جابر کی شکل سے بھی واقف نہیں ہوں میرا یہ جواب یزید نے جابر سے کہا ہوگا۔ جابر نے اس سے کہا کہ جس دن عبدالرحمٰن ابن خالد ابن ولید کو امیر معاویہ کے حکم سے خفیہ طور پر زہر دیا گیا تھا تو ابن آتال کی لڑکی میرے ساتھ وہ زہر لے کر گئی تھی۔ اور اسی دن سے میرے اسکے تعلقات ہو گئے تھے۔ جابر کی یہ بات سنکر یزید نے پھر مجھ سے سوال کیا تو میں نے

کہا کہ ہاں۔ بے شک ایک شخص جو امیر المومنین کا جاسوس تھا میرے ہمراہ گیا تھا اگر میں یہ نہیں جانتی کہ وہ جاسوس ہے۔ کیونکہ اسکے بعد میں نے پھر کبھی اسکو نہیں دیکھا۔ نہ اس وقت نام پوچھا تھا۔ یزید کو اس اقرار سے شک ہو گیا اور اس نے مجھ سے کہا کہ عیسائی جھوٹے مکار ہوتے ہیں اب اگر تو میرے پاس آئے گی تو میں تجھکو قتل کرا دونگا بس یہ میرا اقرار تھا جسکی اطلاع تجھکو اس طرح بگاڑ کر اور واقعہ کی غلط صورت بنا کر دی گئی۔

ابن آثال۔ اگر یہ بات ہے تو کچھ حرج نہیں میں یزید سے تیری صفائی کرا دونگا۔ کیونکہ آجکل ایک راز کا کام وہ مجھ سے لینا چاہتا ہے اور اسکے سبب اسکو مجھ سے دبنا پڑے گا۔

لڑکی۔ وہ کیا کام ہے؟

ابن آثال۔ یزید نے مجھ سے خواہش کی ہے کہ میں امیر معاویہ کو زہر دیدوں تاکہ تخت اسکو مل جائے۔

لڑکی۔ لعنت ہے ایسے شخص پر جو اپنے باپ کا قتل دولت و حکومت کے لیے چاہتا ہو اسکا کیا اعتبار۔ ایک دن وہ مجکو بھی مار ڈالیگا اگر میں اسکی بیوی بن گئی۔

ابن آثال۔ بک بک نہ کر۔ تجکو اسکے ساتھ نکاح کرنا پڑے گا۔ تو نہیں سمجھتی اس طرح ہم ان مسلمانوں سے انتقام لے لیں گے۔ کیونکہ پھر یزید کو قتل کر کے عیسائی بادشاہ کا مقرر کرنا آسان ہو جائے گا۔ اور ہماری گمشدہ سلطنت دوبارہ ہاتھ آجائے گی۔

لڑکی۔ میں عیسائی سلطنت ہرگز نہیں چاہتی۔ میں مسلمان ہوں اور اسلامی حکومت مجکو پسند ہے۔

ابن آثال۔ اچھا اگر تو مسلمان ہے تو آج کے دن سے تجکو قید کیا گیا۔ اس سامنے والی کوٹھڑی میں تو بند رکھی جائے گی۔

لڑکی۔ مجکو قید منظور۔ مگر یزید سے نکاح یا ناجائز تعلق منظور نہیں۔

ابن آثال نے یہ جواب سنکر لڑکی کو کوٹھڑی میں بند کر دیا۔ اور بیوی سے کہا تم دوسرے مکان میں چلی جاؤ۔ یہاں پہرہ مقرر کیا جائے گا۔ اسکی بیوی نے رو کر کہا۔ میری اپنی بیٹی کیا قید

برداشت نہیں کر سکتی۔ اسیر ابن آثال بولا۔ خاموش ہو جا ورنہ تجکو بھی قید کر دیا جائے گا۔ یہ کہہ کر ابن آثال باہر گیا اور چاروں غلاموں کو اندر لایا۔ اور حکم دیا کہ اس لڑکی کی حفاظت کرو یہ کہیں باہر نہ نکلنے پائے۔ اور اپنی بیوی کو جبرًا وہاں سے دوسرے مکان میں لے کر چلا گیا۔

بارھواں باب

ابن آثال کا قتل

کیا تو یقینی طور پر کہتا ہے کہ وہ بچہ مالک بن اشتر کا نواسہ تھا۔

نافع۔ جی ہاں۔ میں نے سال بھر کے بعد دیکھا ہے۔ یقیناً وہ فرحہ بنت مالک کا بیٹا تھا اور لونڈی اسکو بازار سے کچھ دلوا رہی تھی۔

خالد ابن مہاجر۔ اگر فرحہ یہاں ہے تو ہم ابن آثال کے قتل میں بہت آسانی کے ساتھ کامیاب ہو سکتے ہیں۔ تو جا اور تحقیق کر کہ فرحہ یہاں کس جگہ رہتی ہے اور اس سے ملنے کی کیا صورت ہے۔

نافع اپنے آقا خالد بن مہاجر کا حکم لے کر تحقیقات کرنے گیا۔ اور شام تک جواب لایا۔ کہ ابن زیاد اور حصین بن نمیر کے گھروں کے وسط میں فرحہ و ریحانہ نے مکان لیا ہے اور عمر تاجر کی بیوی اور بہن کے نام سے مشہور ہیں۔

ابن مہاجر۔ یہ حالات تو نے کیونکر معلوم کیے۔

نافع۔ میں نے فرحہ کے لڑکے کو پھر دیکھا اور اس سے بات کی تو بچہ نے مجکو پہچان لیا۔ کیونکہ جب میں مالک کے پاس آپکا پیغام لے کر گیا تھا اور کچھ دن ان کے ہاں ٹھیرا تھا تو یہ بچہ مجھ سے بہت مانوس ہو گیا تھا۔ جب لڑکے نے مجکو پہچان لیا۔ تو لونڈی مجکو گھر میں لے گئی اور میں فرحہ و ریحانہ سے ملا۔ اور اپنا مقصد ان سے بیان کیا۔ وہ اس سے بہت خوش ہوئیں اور مجھ سے کہا کہ ہم اس کام میں بڑی عمدگی سے مدد دے سکتے ہیں کیونکہ ابن آثال کی لڑکی ہماری

سہیلی بن گئی ہے۔ اور ہم نے اسکو مسلمان کر لیا ہے۔

ابن مہاجر۔ کیا میں فرحہ کے پاس چل سکتا ہوں۔

نافع۔ اس نے خود آپ کو بلایا ہے۔

یہ سنکر ابن مہاجر نافع کے ساتھ فرحہ کے مکان پر گیا۔ اور یہ دونوں عورتیں ابن مہاجر سے ملکر بہت خوش ہوئیں۔

پہلے فرحہ نے اپنی تمام داستان سنائی۔ اسکے بعد ابن مہاجر نے کہا کہ میرے چچا عبدالرحمن ابن خالد ابن ولید کو امیر معاویہ نے ابن آثال سے زہر دلوا کر شہید کر دیا ہے میں اس کے انتقام کے لیے یہاں آیا ہوں۔ تاکہ معاویہ اور ابن آثال کو قتل کروں۔

فرحہ۔ خدا تمہاری مدد کرے ہمارا تمہارا مقصد یکساں ہے اگر تم اسمیں کامیاب ہوئے اور ہم دونوں تمہاری کچھ مدد کر سکے تو ہم خیال کرینگے کہ ہم نے حضرت علی کے دشمن اور اپنے ماں باپ کے قاتلوں سے بدلہ لے لیا۔

ابن مہاجر۔ خدا ایسا ہی کرے۔ اب ہم کو پہلے معاویہ کے قتل کی تدبیر کرنی چاہیئے۔

فرحہ۔ یہ بہت مشکل کام ہے معاویہ آجکل بہت ہوشیار رہتے ہیں۔ جب سے ان پر حملہ ہوا ہے انہوں نے اپنی حفاظت کا پورا بندوبست کر لیا ہے۔ یہاں تک کہ مسجد میں بھی ایک احاطہ بنوا لیا ہے۔ اور خود اسکے اندر نماز پڑھتے ہیں۔ تاکہ نماز میں ان پر کوئی شخص حملہ نہ کر بیٹھے۔

ابن مہاجر۔ یہ معاویہ کی بڑی بدعت ہے۔ اسلام نے تو خدا کے سامنے سب ادنےٰ اعلیٰ بندوں کو برابری کا درجہ دیا ہے۔ شاہ و گدا نماز میں کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہوتے ہیں اور یہ مساوات کسی قوم و کسی مذہب میں نہیں پائی جاتی۔ مگر معاویہ نے اس اسلامی شان کو بھی برباد کر دیا اور اپنے لیے ایک شاہانہ شان کی جگہ مسجد کے اندر بنالی تاکہ عام مسلمانوں سے ممتاز اور علیحدہ ہو کر نماز ادا کریں۔

فرحہ۔ ایک یہ کیا انہوں نے دین میں بے شمار بدعتیں جاری کر دی ہیں۔ پہلے جمعہ میں خطبہ نماز کے بعد ہوتا تھا اب وہ نماز سے پہلے خطبہ پڑھتے ہیں۔ کیونکہ نماز کے بعد کوئی نمازی ان کا خطبہ

سننے کو ٹھیرتا نہ تھا۔ نماز سے پہلے خطبہ ہونے لگا تو نماز کی خاطر ہر مسلمان کو مجبوراً ٹھیرنا اور خطبہ سننا پڑتا ہے۔

ابن مہاجر۔ خیر کچھ ڈر نہیں۔ ہم معاویہ کی جان لے کر ہٹینگے چاہے وہ آسمان کے برج میں جا کر پوشیدہ ہوں۔

فرحہ۔ مگر میری رائے ہے کہ پہلے ابن آثال کو مارو۔ تاکہ ہمت بلند ہو جائے۔ اور معاویہ کا مارنا مشکل نہ معلوم ہو۔

نافع۔ ہاں میں بھی اسکی تائید کرتا ہوں۔ یہ بہت مناسب رائے ہے۔

فرحہ۔ ابن آثال نے اپنی لڑکی کو قید کر دیا ہے کیونکہ وہ مسلمان ہونا چاہتی تھی۔ اور آج کل ابن آثال امیر معاویہ کو زہر دینے کی فکر میں ہے۔

ابن مہاجر۔ ہائیں ابن آثال تو معاویہ کا بڑا منہ چڑھا اور معتبر طبیب ہے اب اسکو معاویہ کے قتل سے اور کس درجہ کے ملنے کی ہوس ہے۔ میرا خیال ہے یہ خبر تمکو صحیح نہیں ملی۔

فرحہ۔ نہیں یہ خبر بالکل درست ہے۔ میری رومی لونڈی روز ابن آثال کی لڑکی کے پاس جاتی ہے۔ اور چونکہ اسکے واقف کار رومی غلام پہرہ پر ہیں اسواسطے آسانی کے ساتھ اس لڑکی سے مل آتی ہے۔ اس نے یہ حالات بتائے۔

ابن مہاجر۔ تو پہلے اس لڑکی کو رہا کرنا چاہیئے۔ کہ اسلامی حق کا تقاضا یہ ہے۔ کہ پہلے اپنی مظلوم بہن کی مدد کریں۔

فرحہ۔ ہاں بیشک ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ مگر ابن آثال کے مرنے کے بعد اسکا چھڑانا آسان ہوگا پہلے اسکے قتل کی تدبیر کرنی مناسب ہے۔

فرحہ کی رومی لونڈی۔ بیوی میں آج صبح ابن آثال کی لڑکی کے پاس گئی تھی اس نے مجھ سے کہا کہ اماں مجھ سے ملنے آئی تھیں انہوں نے بیان کیا کہ ابن آثال نے معاویہ کو زہر دیدیا۔ وہ زہر ایسا ہے کہ رفتہ رفتہ انسان کو ہلاک کرتا ہے اور ایکسال کے اندر یا اسکے کچھ بعد وہ ضرور مر جاتا ہے

اور اس نے یہ بھی کہا کہ حسن ابن علی کو بھی معاویہ نے ابن آثال سے بنوا کر زہر بھجوایا ہے۔

فرحہ۔ حضرت حسن ابن علی نے تو معاویہ کو خلافت دیدی ہے۔ پھر ان کو زہر دلوانے کی کیا ضرورت تھی

ابن مہاجر۔ فرحہ تم مالک کی بیٹی ہو کر ایسی بے عقلی کی بات کہتی ہو گو حضرت حسن نے خلافت ترک کر دی۔ اور گوشہ نشین ہو گئے مگر جب تک وہ زندہ ہیں معاویہ کو اطمینان نہیں ہو سکتا۔ کیا خبر ہے وہ کسی اشتعال سے پھر کھڑے ہو جائیں اور خلافت کا دعویٰ کرنے لگیں۔ خدا برباد کرے ان بنی امیہ کو کیسے دور اندیش لوگ ہیں۔ اور کیسی سفاکی ان میں ہے

فرحہ۔ تو اب یہ معلوم کرنا چاہیئے کہ ابن آثال دربار میں کس وقت جاتا ہے اور واپس کب ہوتا ہے تاکہ راستہ میں اسکو قتل کیا جائے۔

ابن مہاجر۔ راستہ میں قتل کرنا مناسب نہیں۔ رات کے وقت گھر پر چڑھ جائیں وہاں مار ڈالنا آسان ہوگا۔

رومی لونڈی۔ وہ مکان ایک قلعہ کی طرح مستحکم ہے تم وہاں نہیں جا سکتے۔

آخر یہ صلاح قرار پائی کہ رات کو ابن آثال جب دربار سے اُلٹا پھرے تو تنگ محلہ میں اسپر حملہ کیا جائے۔ فرحہ اور ریحانہ نے کہا کہ ہم بھی مردانہ لباس میں وہاں چلینگے تاکہ تم کو مدد دیں کیونکہ ابن آثال کے ہمراہ اسکے غلام ہوتے ہیں۔

دوسرے دن مغرب کے بعد چار آدمی دربار کے راستہ میں ایک تنگ محلہ میں ٹہلتے نظر آئے کچھ دیر گزری تھی کہ ابن آثال خچر پر سوار وہاں آیا۔ چاروں طرف غلام اسکو گھیرے ہوئے تھے۔ یکایک ریحانہ مردانہ لباس میں اسکے سامنے آئی اور کہا اے حکیم میں بیمار ہوں۔ ابن آثال نے خچر روک کر کہا تو میرے مکان پر آ۔ یہاں دیکھنے کا موقع نہیں ہے۔ یہ بات ختم نہوئی تھی کہ فرحہ اسکے قریب گئی اور کہا کہ مالک ابن اشتر نے تم کو یاد کیا ہے ابن آثال نے یہ عجیب بات سنکر فرحہ کو غور سے دیکھا اور چاہتا تھا کہ کچھ بولے کہ نافع اور مہاجر نے ایک دفعہ ہی ابن آثال پر تلواریں مارنی شروع کر دیں۔ ابن آثال کے غلاموں نے بھی تلواریں نکالیں کہ مالک و ابن مہاجر

پر حملہ کریں مگر فرحہ ورسیحانہ نے اپنی جھولیوں سے خاک نکال کر انکی آنکھوں میں جھونک دی جس سے وہ ذرا کے ذرا آنکھیں بند کر کے رُکے اور ابن مہاجر نے ایک بھرپور وار اور کیا جس سے ابن آثال خچر سے گر پڑا۔ اسوقت ابن مہاجر نے کہا یہ بدلہ ہے عبدالرحمٰن ابن خالد ابن ولید کے خون کا اسکے بھتیجے ابن مہاجر کے ہاتھ سے یہ کہہ کر ابن مہاجر اور نافع اور فرحہ ورسیحانہ بھاگ کر کہیں غائب ہو گئے۔

بازار میں قتل ابن آثال سے ایک طوفان برپا ہو گیا ہزاروں آدمی جمع ہو گئے۔ یہاں تک کہ سرکاری پہرہ بھی آ گیا۔ اور لاش کو اٹھایا تو معلوم ہوا کہ ابن آثال مر چکا تھا۔ ابن آثال کے غلاموں نے کہا ہم نے قتل کرنے والے کو دیکھا اور یہ کہتے سنا تھا کہ میں ابن مہاجر ہوں۔ یہ خبر فوراً معاویہ کو دی گئی۔ اور انہوں نے حکم دیا کہ ابن مہاجر کو فوراً تلاش کرنا چاہیئے چنانچہ ایک جماعت ابن مہاجر کی تلاش کرنے کو فوراً روانہ ہو گئی۔

ابن مہاجر فرحہ ورسیحانہ و نافع کے ساتھ قتل سے فارغ ہو کر سیدھے ابن آثال کی لڑکی کو چھڑانے گئے۔ اور وہاں غلاموں سے لڑائی ہوئی۔ ابن مہاجر تو غلاموں سے لڑتے رہے اور فرحہ ورسیحانہ نے لڑکی کو کوٹھڑی سے نکال لیا۔ اور اپنے ساتھ لے کر گھر چلی گئیں۔

غلام زیادہ تھے۔ انہوں نے ابن مہاجر اور نافع کو گرفتار کر لیا۔ اسی اثنا میں خبر سنی کہ ابن آثال مارا گیا۔ تو غلاموں نے ابن مہاجر اور نافع کو سرکاری سپاہیوں کے حوالہ کر دیا اور وہاں شناخت ہو گئی کہ یہی ابن آثال کے قاتل ابن مہاجر اور نافع ہیں۔ رات بھر حوالات میں رہے صبح امیر معاویہ کے سامنے پیشی ہوئی تو انہوں نے کہا:۔

تجھ پر خدا کی لعنت تو نے میرے طبیب کو کیوں قتل کیا۔

ابن مہاجر۔ میں نے مامور کو تو قتل کر دیا آمر باقی رہ گیا ہے اب اسکو بھی قتل کرونگا۔

معاویہ۔ آمر کو خدا سمجھانے والا ہے اسوقت تو آمر تجھکو قتل کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ مگر کیا کروں تو ایک بڑے خاندان کا شخص ہے۔ میں ایک نصرانی کے عوض تجھکو قتل نہیں کر سکتا۔ البتہ تیرے غلام کو سّو کوڑوں کی سزا دونگا اور تیرے قبیلہ پر ابن آثال کے خون بہا کے لیے دس ہزار درہم جرمانہ

کروں گا۔

چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اور مہاجر و نافع کو دمشق سے مکہ بھجوا دیا گیا۔

تیرہواں باب

وردہ اور ابراہیم

ابن آثال کے قتل کو ایک برس گزر گیا۔ حضرت حسن ابن علی کی شہادت بھی ہو چکی امیر معاویہ حج کے بہانہ سے حرمین کا سفر کرکے یزید کی ولی عہدی کا سامان بھی کر آئے۔ فرحہ و ریحانہ ابن آثال کی لڑکی کو بہت سا قرآن بھی یاد کرا چکیں۔ اور ان کا بنی امیہ کی تمام امیر گھرانہ کی عورتوں سے میل جول بھی ہو گیا۔ خصوصاً وردہ بنت یزید بن ابی سفیان۔ اور خضراء بنت زیاد۔ اور عذرا بنت مسلم بن عتبہ سے ان کی خوب گہری ملاقاتیں ہو گئیں۔

اسوقت ایک دن ابن آثال کی لڑکی نے کہا:۔

میں کب تک اس گھر میں پوشیدہ رہونگی۔ تم دونوں تو سب عورتوں سے مل جلکر جی بہلاتی پھرتی ہو مگر میں ایک قیدی کی طرح کسی سے بھی نہیں مل سکتی۔ کہاں تک اسکو برداشت کروں اب مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا۔

فرحہ۔ تم کو یہاں کی سب عورتیں جانتی ہیں اگر تم ان کے سامنے جاؤ گی تو راز کھل جائیگا۔ تمہاری ماں نے جاسوس مقرر کر دئے ہیں اور وہ کئی دفعہ یہاں بھی تلاش کو آ چکے ہیں کیونکہ تم نے اس سے کہا تھا کہ عمر تاجر کی بیوی نے مجکو اسلام کی تعلیم دی ہے۔ تمہارا ابھی چھپا رہنا مناسب ہے۔ ہم اپنا کام پورا کرلیں۔ تو اپنے ساتھ مدینہ لے چلیں گے۔

یہ باتیں ہو رہی تہیں کہ فرحہ کی ردی لونڈی آئی اور اس نے کہا آج وردہ بنت یزید کے ہاں کرو ہاشمی جوان خفیہ طور سے آیا ہے۔ فرحہ وردہ کی زبانی ابراہیم کا قصہ سن چکی تھی اس نے لونڈی سے کہا تم کسی طرح ابراہیم کو یہاں بلالاؤ اسطرح کہ وردہ کو خبر نہ ہو۔ لونڈی گئی اور تہوڑی دیر میں ابراہیم کو لے آئی

ابراہیم نے فرحہ وریحانہ کو فوراً پہنچان لیا۔ کیونکہ وہ مالک کے ہمراہ مدتوں رہا تھا۔

ابراہیم۔ فرحہ تم یہاں کہاں۔ ہم لوگ تو تمہاری زندگی سے مایوس ہو چکے تھے۔

فرحہ۔ مجھ پر یہ یہ واقعات گزرے۔ مگر بتاؤ کہ تم جس کام کے لیے پہلے آئے تھے وہ تو سب درہم برہم ہو گیا۔ حضرت علی بھی شہید ہو گئے اور حضرت حسن بھی۔ اب کس غرض سے یہاں آئے ہو۔ اور ہاں تم تو قید ہو گئے تھے۔ پھر رہائی کیونکر ملی۔

ابراہیم۔ مجکو حضرت حسینؑ نے ایک خاص کام کے لیے بھیجا ہے۔ اور وردہ کی پوشیدہ امداد سے میں قیدخانہ سے نکل کر بھاگ گیا تھا۔

فرحہ۔ کیا تم کو وردہ پر اطمینان ہے۔ میں تو کسی اموی مرد یا عورت پر اعتبار نہیں کرتی۔

ابراہیم۔ میرا خیال ہے وہ مجھ سے سچی محبت رکھتی ہے۔ مگر میں نے اس سے اپنا راز بیان نہیں کیا۔ صرف یہ کہا ہے کہ محض تمہاری ملاقات کے لیے یہ سفر برداشت کیا۔

فرحہ۔ کیا تم وہ کام وردہ کے ذریعہ نکالنا چاہتے ہو۔

ابراہیم۔ نہیں۔ بنت سرجون سے وہ کام لینا چاہتا ہوں۔

فرحہ۔ مجھے ڈر ہے رقابت تمہارا کام خراب نہ کردے۔

ابراہیم۔ خدا مددگار ہے۔ وردہ نے پہلی دفعہ مجکو قیدخانہ سے رہا کرا کے بھگا دیا تھا۔ اور اب بھی امید ہے کہ وہ میری مدد کریگی۔ بنت سرجون کی رقابت کا اسے کچھ خیال نہیں ہے۔

یہ کہکر ابراہیم نے فرحہ سے کچھ آہستہ آہستہ باتیں کیں جنکو ریحانہ تک نے نہ سنا اور پھر کہیں چلا گیا۔

تم آگے چلو اب خزانہ کچھ دور نہیں ہے۔

میرا دم گھٹا جاتا ہے۔ شائد یہاں ہوا کا گزر نہیں ہوتا۔

ہاں یہ تہ خانہ ہے۔ مگر بہت جلدی ہوا کے مقام پر پہنچ جائیگے۔

پیارے ابراہیم مجھے گلے لگالو۔ کہ اس سے زیادہ اچھا مقام خلوت کا کوئی نہیں ہو سکتا۔

ابراہیم۔ میں تو مرا جاتا ہوں تم کو گلے لگنے کی سوجھی ہے کیا تمہارا سانس نہیں گھٹتا۔

وردہ۔ مجھے اپنے سانس سے زیادہ تمہارا معانقہ عزیز ہے۔

ابراہیم۔ جلدی کس بات کی ہے۔ ہم تم کو ہمیشہ ایک جگہ رہنا ہے پہلے وہ چیز حاصل کرنی چاہیئے جس کے لیے ہم یہاں آئے ہیں۔

یہ کہتے کہتے وردہ اور ابراہیم ایک ہوادار مکان میں پہنچ گئے۔ جہاں باہر کی چاندنی کا عکس پڑتا تھا۔ اور خزانے کے صندوق صاف نظر آتے تھے۔

وردہ۔ تم ان صندوقوں سے جس قدر اشرفیاں لے سکتے ہو لے لو۔

ابراہیم۔ میں اشرفیوں کا خواہشمند نہیں ہوں۔ مجھے رسول خدا کے تبرکات درکار ہیں جو یہاں رکھے گئے ہیں۔

وردہ۔ تم تو مجھے اشرفیاں نکالنے کی غرض بیان کرتے تھے۔ میں وہ تبرکات تم کو نہ لینے دونگی۔ جو ہمارے خاندان کے لیے باعث برکت ہیں۔

ابراہیم۔ پیاری وردہ تم کو اب میرے پاس رہنا ہے اور یہ تبرکات تمہارے ساتھ ہی رہینگے جدا نہ ہونگے۔

وردہ۔ یہ سچ ہے مگر میں اپنے چچا کو تباہ کرنا نہیں چاہتی۔ اشرفیاں اور دنیا کی سب دولتیں اسکو اس سے زیادہ میسر آسکتی ہیں مگر رسول خدا کے یہ تبرکات پھر کہاں نصیب ہونگے۔ میں تم کو اس چوری میں ہرگز مدد نہ دونگی۔ سو دیکھو وہ سامنے چھوٹا بکس رکھا ہے۔ اسکے اندر رسول خدا کے بال اور ناخن ہیں لیکن تم اس بکس کو ہاتھ لگانا چاہو گے تو ابھی غل مچاؤنگی اور تم گرفتار ہو جاؤ گے۔

ابراہیم وردہ کی اس گفتگو سے حیران رہ گئے۔ اور ان کو کوئی تجویز ایسی نہ سوجھی جس سے وردہ کو راضی کر سکتے۔ اور ان کو اپنی اس بڑی ناکامی سے از حد خلجان اور تکلیف ہوئی۔ لیکن خدا نے ان کی مدد کی اور انہوں نے ایک دفعہ ہی لپک کر وردہ کا منہ ہاتھ سے بند کر دیا۔ اور اپنا عمامہ دوسرے ہاتھ سے اتار کر وردہ کے منہ میں ٹھونس دیا۔ اور اسکو عمامہ کے دوسرے حصے سے باندھ کر ایک طرف ڈالدیا اور پھر اس بکس کو کھولکر دیکھا تو تبرکات اسمیں موجود تھے۔

ابراہیم نے بکس کو چوما۔ اور ایک گہرا سانس لے کر کہا:۔

"اے خدا کی سب سے بڑی نعمت تو اپنے اصلی حقداروں میں جاتی ہے۔ جہاں تیری حرمت کرنے والے لوگ ہیں۔ اب خدا نے تجکو ان نااہلوں کے ہاتھ سے نجات دی"

یہ کہہ کر وہ وردہ کی طرف مخاطب ہوئے۔ اور اس سے کہا۔ تو نے مجھ پر احسان کیا ہے۔ مجکو تجھ سے محبت ہے۔ میں ہاشمی ہوں جو کسی کو دغا نہیں دیا کرتے اگر تو وعدہ کرے کہ میرا راز گھر جانے تک کسی سے نہ کہیگی تو میں تجکو ابھی رہا کردونگا۔

وردہ نے آنکھ کے اشارہ سے اسکو قبول کیا۔ تو ابراہیم نے وردہ کو اسی طرح بندھا ہوا اٹھا لیا۔ اور اس تاریک تہ خانہ میں گھسکر اس پوشیدہ دروازہ پر آ گیا جہاں اپنے غلام کو کھڑا کر دیا تھا۔ اور وردہ کے ساتھ اندر داخل ہوا تھا۔ یہاں آکر اس نے وردہ کو غلام کے حوالہ کیا۔ اور خود وہ بکس لئے ہوئے اپنے قیام گاہ پر آیا۔ اور وردہ کو کھولکر کہا۔ معاف کرو۔ وردہ تم کو بہت تکلیف ہوئی۔ مگر میں مجبور تھا تم نے خود یہ آفت مول لی۔

وردہ۔ خیر جو ہونا تھا ہوا۔ اب میری درخواست ہے کہ تم فوراً یہاں سے بھاگ جاؤ۔ میں تم سے نکاح نہیں کر سکتی۔ کہ تم نے میرے خاندان کی سب سے بڑی دولت لوٹ لی۔

ابراہیم۔ کیا میری خطا کسی طرح معاف نہیں ہوسکتی۔

وردہ۔ ہرگز نہیں۔ آج میں تمہارے خون کی پیاسی ہوں۔

ابراہیم۔ اچھا میں آج رات کو بکس خزانہ میں رکھ آؤنگا۔ میں تمہارا ناراض کرنا نہیں چاہتا۔

وردہ۔ بیشک تم کو یہ تبرکات واپس دینے چاہئیں۔ اگر تم نے ایسا کیا تو میں تمہاری لونڈی ہوجاؤں گی۔

ابراہیم۔ بہت اچھا۔ میں واپسی پر آمادہ ہوں۔ تو کیا تم کو تمہارے گھر پہنچا دیا جائے۔

وردہ۔ ہاں میں جانا چاہتی ہوں مگر یہ بکس میرے ہمراہ جائے گا۔ ایسا نہ ہو تم بھاگ جاؤ۔

ابراہیم۔ مجھے یہ بھی منظور ہے جب میں نے واپس کر دینے کا اقرار کر لیا ہے تو تم اسکو اپنے

ہمراہ لے جاؤ۔ مگر میرا غلام ہمراہ جائیگا اور رات تک یہ بکس تمہارے گھر میں اپنے قبضہ میں رکھیگا
جب تم کو میرا اعتبار نہیں ہے تو مجکو بھی شک ہو کہ خود تم اسپر قبضہ نہ کرلو۔

وردہ۔ مجھے یہ بات منظور ہے۔

ابراہیم نے اپنے غلام کے ساتھ وردہ اور بکس کو وردہ کے گھر بھیجدیا۔ غلام اور وردہ کو
روانہ کرنے کے بعد ابراہیم بازار گئے اور انہوں نے بالکل اس بکس کے نمونہ کا ایک اور بکس تیار کرایا اور
اسکے اندر اپنی ڈاڑھی کے چند بال اور اپنے ناخن رکھدیئے۔ اور کپڑے میں لپیٹ کر فرحہ کے مکان پر
آئے۔ اور اس سے سارا حال بیان کیا۔

فرحہ۔ تم نے تو کہا تھا بنت سرحون سے کام لینا چاہتے ہو۔

ابراہیم۔ بنت سرحون سے جو کام لینا تھا وہ اور تھا۔ مگر اتنا ضروری اور اہم نہ تھا حضرت حسین نے
مجکو خاص طور سے ان تبرکات کے لیے بھیجا تھا۔ کیونکہ وہ اپنے نانا کی برکت بنی امیہ کے پاس رکھنی
پسند نہیں کرتے۔

اے فرحہ تم اپنی لونڈی کو رات کے وقت جابیہ کے شرقی رخ کھڑا کردینا یہ بکس اسکے پاس
رہے۔ جسوقت میں وردہ اور غلام کو لے کر وہاں آؤں تو وہ چپکے سے یہ بکس غلام کو دیدے اور غلام کا
بکس لیکر تمہارے پاس چلی آئے۔

فرحہ۔ آفرین تمہاری عقل پر۔ ابراہیم تم نے خوب ترکیب سوچی۔ میں لونڈی کو ضرور بھیجدونگی
اطمینان رکھو۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جسوقت ابراہیم اور وردہ غلام کو لیئے ہوئے تہ خانہ کے دروازہ پر آئے
ابراہیم نے دیکھا لونڈی ایک گوشہ میں کھڑی ہے۔ ابراہیم نے پیچھے مڑکر غلام کو اشارہ کیا کہ بکس لونڈی
سے بدل لے۔ اور خود وردہ کے کان میں جھک کر کہنے لگے کہ ذرا ٹھیرو۔ آج تہ خانہ کی خلوت کے بارہ
میں ہمارا کیا ارادہ ہے۔ وردہ نے مسکرا کر کہا۔ غلام نہ سن لے۔ خاموش رہو۔ ابراہیم نے کہا وہ دور
ہے اور میں آہستہ بات کررہا ہوں۔ وردہ نے کہا تو کیا ضرورت ہو کہ اس مشورہ کو یہاں پیش کیا جائے۔

اتنی دیر میں ابراہیم نے دیکھا کہ غلام نے بکس بدل لیا۔ اور وہ بدلا ہوا بکس لے کر قریب آ گیا تو ابراہیم نے کہا اچھا میں اس مشورہ کو ملتوی کرتا ہوں یہ کہکر ابراہیم نے وہ بکس غلام سے لے لیا اور وردہ کو لے کر تہ خانہ میں گھس گئے۔ اور کچھ دیر کے بعد باہر آئے تو وردہ بہت خوش و خرم نظر آتی تھی۔

ابراہیم۔ وردہ اب تم اپنے گھر جاؤ۔ کل صبح تم سے ملاقات ہوگی۔

وردہ۔ تم نے تہ خانہ کی خلوت کا ذکر ترک کر دیا۔ وہاں جاکر تو تمہارا دم گھٹنے لگتا ہے اب رات کو بھی تم الگ رہو گے۔ ابھی تو کہتے تھے کہ واپس جاکر رات کو میرے پاس رہنا۔

ابراہیم۔ ہاں میں نے کہا تھا۔ مگر آج میں تھکا ہوا ہوں کل کی رات تمہارے جھگڑے کے سبب سونا نہ ہوا۔ آج مجھے ذرا آرام کرنے کی اجازت دو۔ مگر وردہ تم نے بڑی دولت مجھ سے چھین لی۔

وردہ۔ ابراہیم میں تم سے محبت کرتی ہوں مگر اپنے خاندان کا بے وفا مجھکو نہ سمجھو۔ میں سارا خزانہ تم کو دے سکتی تھی مگر یہ برکت کی دولت کسی طرح حریف گھرانے میں نہیں جا سکتی۔ میرا دل مرتے دم تک اس کو گوارا نہ کرے گا۔

وردہ اپنے گھر گئی اور ابراہیم سیدھے فرحہ کے پاس آئے اور بکس اس سے لیکر اسی وقت مدینہ کو روانہ ہو گئے +

چودھواں باب (۱۴)

امیر المومنین کی تیمارداری

[illegible] رات کو اس وقت امیر المومنین کی خدمت سے [illegible] رہوں گا پہلو میں ساری رات جاگنا بہت مشکل ہے۔ امیر المومنین بیمار ہیں۔ اور آج انکی حالت زیادہ خراب معلوم ہوتی ہے۔ ولی عہد یزید شکار میں ہیں اسواسطے مجھ پر کہ میں سب سے زیادہ معتمد امیر المومنین کی [illegible]

[illegible]

قید سے رہائی دی ہے تم کو اور بھی زیادہ انکی خدمت کر کے رضا مند کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے مگر میں نے اس واسطے کہا تھا کہ تم دو رات سے برابر جاگ رہی ہو آج بھی بیدار رہیں تو بیمار ہو جاؤگی میں تازہ دم ہوں آسانی سے رات بھر جاگ سکتی ہوں۔

مرجانہ۔ میں تمہاری شکرگزار ہوں۔ کہ تم نے یہ خدمت اپنے ذمہ لی۔ اور محض خلیفہ اسلام کی خدمت کے ثواب کو پیش نظر رکھ کر یہ ارادہ کیا۔ اچھا میں کچھ دیر سو جاؤنگی۔

امینہ۔ مرجانہ تم نے سنا طبیب کہتا تھا کہ امیرالمؤمنین کے خون میں کسی پرانے زہر کا اثر معلوم ہوتا ہے

مرجانہ۔ ہاں بوا۔ بس کچھ کہنے کی بات نہیں ہے۔ مجھے سب کچھ معلوم ہے۔

امینہ۔ یہاں اور کوئی موجود نہیں ہے۔ تمہیں خوف کس کا ہے۔

مرجانہ۔ پیاری امینہ بہت خوفناک بات ہے میں کیونکر کہوں کہ بیٹے نے باپ کا خون کیا۔

امینہ۔ بس بس چپکی رہو مرجانہ۔ میں سمجھ گئی۔ ہائے دنیا کی محبت اور سلطنت کا لالچ نہ باپ بیٹے کا نہ بیٹا باپ کا۔

امینہ اور مرجانہ باتیں کر رہی تھیں کہ لونڈی دوڑی ہوئی آئی اور اس نے کہا مرجانہ تم کو امیرالمؤمنین بلاتے ہیں۔

مرجانہ دوڑی ہوئی اندر گئی۔ امینہ بھی پیچھے پیچھے چلی گئی تو دیکھا امیر معاویہ بہت بے چین ہیں مرجانہ کو دیکھتے ہی انہوں نے کہا۔ یزید شکار سے آیا۔

مرجانہ۔ ابھی آتے ہونگے سوار دوڑائے گئے ہیں۔

معاویہ۔ آج میری حالت بہت دگرگوں معلوم ہوتی ہے۔ میں نے یزید کے لیے ہر قسم کا بندوبست کر دیا مگر افسوس اس نے میری قدر نہ کی۔ یہ وقت اسکے موجود رہنے اور میری خدمت کرنے کا تھا۔

مرجانہ۔ ان کو اطلاع نہ تھی کہ امیرالمؤمنین کا مزاج اس قدر ناساز ہو جائے گا۔ جب وقت ان کو معلوم ہوگا۔ دوڑے ہوئے آئینگے۔

معاویہ۔ اچھا آج کی رات تم مجھ سے جدا نہ ہونا۔

مرجانہ۔ میں حاضر ہوں۔ حضور تردد نہ فرمائیں۔

معاویہ (امینہ کی طرف دیکھ کر) یہ کون کھڑا ہے۔

مرجانہ۔ یہ وہی امینہ ہیں عمر تاجر کی بہن۔ حضور کی علالت کا حال سنکر جنہوں نے محض حصول ثواب کے لیے تیمارداری کی درخواست کی تھی۔ اور حضور نے ابن زیاد کی سفارش سے انکی خدمت قبول فرمائی تھی۔

معاویہ۔ ہاں صحیح تو میں نے ان کو دیکھا تھا۔ آنکھوں میں اتنا ضعف ہے کہ اب پہچان نہ سکا اچھا تم میری خوابگاہ کے قریب رہو۔ یہ کہہ کر انہوں نے آنکھیں بند کر لیں۔

امینہ نے خیال کیا کہ جس کام کے لیے میں آئی ہوں وہ پورا ہونا مشکل ہے کیونکہ معاویہ نے مرجانہ کو بھی پاس رہنے کا حکم دیا ہے۔ مگر یکایک وہ مسکرائی اور کہا کچھ ڈر نہیں۔ میں وہ تدبیر کرونگی یہ کہہ کر وہ مرجانہ سے باتیں کرنے لگی۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے اپنی لونڈی سے کہا کہ وہ کھجوریں جو آج میں نے منگائی تھیں گھر جا کر لے آ۔ مرجانہ نے کہا اسوقت رات کو کیا بھیجو گی یہاں کھجوروں کی کیا کمی ہے جیسی چاہو موجود ہیں۔ امینہ نے کہا مجکو وہ بہت پسند ہیں۔ تم چکھو گی تو تم کو بھی میری پسند سے اتفاق کرنا پڑے گا۔

امینہ کی لونڈی دو گھنٹہ میں کھجوریں لے آئی۔ اور امینہ نے قاب کو غور سے دیکھ کر ایک رخ سے کھجوریں کھانی شروع کیں۔ اور دوسرے رخ سے مرجانہ کو چند دانہ اٹھا کر دیئے کہ تو چکھو میں کہتی تھی کہ وہ بہت ہی لذیذ ہیں۔ مرجانہ نے ان کو کھایا تو کہا واقعی ایسی مزیدار کھجوریں میں نے کبھی نہیں کھائیں۔ امینہ نے آس پاس کی سب لونڈیوں کو بھی کھجوریں تقسیم کیں اور سب نے کھائیں۔

ایک گھنٹہ کے بعد مرجانہ نے کہا۔ امینہ مجکو بڑے زور کی نیند آ رہی ہے۔ میں تھوڑی دیر سوتی ہوں تم جاگتی رہنا اگر امیر المومنین آواز دیں تو مجکو فوراً جگا دینا۔ امینہ نے کہا ہاں تم سو جاؤ۔ میں جگا دونگی۔ اگر ضرورت پڑے گی اور ابھی تو امیر المومنین بھی آرام کر رہے ہیں۔

مرجانہ یہ کہہ کر وہیں لیٹ کر سو گئی۔ اور تھوڑی دیر میں سب لونڈیاں بھی وہیں چاروں

طرف لیٹ لیٹ کر بے خبر سو گئیں۔

امینہ نے دیکھا کہ اب بالکل سناٹا ہے۔ تو وہ خوابگاہ کی طرف چلی۔ مگر اسکے ضمیر نے اسکو روکا اس پر ایک دہشت طاری ہو گئی۔ ہاتھ پاؤں کانپنے لگے۔ اور اس نے خیال کیا کہ ایک بیمار اور سوتے ہوئے دشمن پر وار کرنا بڑا گناہ ہے۔ آج اگر حضرت علیؑ موجود ہوتے تو وہ کبھی اسکی اجازت نہ دیتے

مگر پھر یہ خیال آیا کہ خوابگاہ کے اندر وہ شخص سوتا ہے جس نے میرے باپ مالک ابن اشتر کو فریب سے قتل کرایا جس نے امام حسن کو زہر دلوایا۔ اور جسکی گردن پر بے شمار مسلمانوں کے خون ہیں ایسے شخص پر رحم کرنا یا اسکی بیماری و نیند کا خیال لانا بالکل فضول ہے۔ آج انتقام کا دن ہے اب کمی کرنی مالک کی بیٹی کی ہمت مردانہ پہ بٹہ لگائے گی۔ یہ خیال کرتے ہی اسمیں ایک حرارت پیدا ہوئی۔ اور وہ سیدھی خوابگاہ میں گھس گئی۔ اس نے دیکھا۔ معاویہ بے خبر پڑے سوتے ہیں شمع سرہانے جل رہی ہے۔ اور خوابگاہ میں ایک سناٹا چھایا ہوا ہے۔

ریحانہ عرف امینہ نے کچھ دیر کھڑے ہو کر اس منظر کو دیکھا۔ اسپر عبرت کی ایک کیفیت طاری ہو گئی۔ اور اسکے دل نے کہا۔

"یہ اسلامی دنیا کا سب سے بڑا بادشاہ ہے جو اپنے تن بدن سے بے خبر چپ چاپ پڑا ہے۔ یہ وہ شخص ہے جسکا نام قیامت تک مشہور رہے گا۔ مگر آج اسکو اپنی ہستی کا ہوش بھی نہیں ہے۔ اسی نے حضرت علی سے دشمنی ٹھانی تھی۔ اس نے محض اپنی تدبیر اور ذاتی محنت سے تمام اسلامی دنیا کی بادشاہی حاصل کر لی، یہ بنی امیہ کا تاجدار پڑا ہے۔ یہ فوجوں اور ملکوں کا شہنشاہ ہے یہ علم و حکمت کا دریا ہے۔ اسکے نام کی ہیبت نے کس قدر دھوم مچا رکھی تھی لیکن یہ تو ایک بڈھا آدمی ہے۔ اور کوئی عقل و حکمت اسکے پاس نہیں ہے۔ اور ایک معمولی عورت نے اسکی حکمتوں کی حفاظت کو دھوکہ دیدیا۔

آہ یہ میرے باپ کا قتل کرانے والا ہے آہ یہ میرے امام اور میرے مولا کا

حریف ہے اسی نے میرے آقا زادے حسن کو زہر دلوایا ۔"

یہ خیال آتے ہی ریحانہ کو ایک طیش آیا ۔ اور وہ اس سے بیتاب ہو گئی اور اس نے ارادہ کیا کہ دوڑ کر اس سونے والے بیمار کا گلا گھونٹ دے ۔ مگر وہ پھر رُکی اور اس نے انجام کو سوچا کہ اگر میں نے خلیفہ کو قتل کر دیا تو میرا کیا حشر ہوگا ۔ مگر پھر کسی چیز نے اسکو سہارا دیا ۔ کہ یہ تو خود مر رہا ہے ۔ اگر میں نے اسکو مار ڈالا تو مرض اسکی موت کا باعث مشہور ہو جائے گا ۔ مجھے ڈرنا نہ چاہیئے ۔ یہ سوچکر ریحانہ آگے بڑھی ۔ اور اس نے معاویہ کے گلے کی طرف ہاتھ بڑھایا ۔ مگر اسکے ہاتھ میں رعشہ پڑ گیا ۔ اسکے سانس میں تیزی ہو گئی ۔ اسکا دل اچھلنے لگا ۔ اسکی کمر میں دُکھن اور جسم میں سن سناہٹ ہونے لگی ۔ اور اس نے پھر اپنے ہاتھ کو کھینچ لیا ۔

ریحانہ حیران تھی کہ وہ مالک بن اشتر جیسے سپاہی کی بیٹی ہے ۔ اور کبھی کسی خطرہ سے نہیں ڈری ۔ آج اسکو کیا ہو گیا کہ ایک سونے والے بیمار بوڑھے کا خوف اسپر ایسا چھایا ہے کہ اس کا ہاتھ اور اسکا سارا جسم بے قابو ہوا جاتا ہے ۔ وہ کھڑی سوچ رہی تھی کہ یکایک معاویہ کی آنکھ کھل گئی ۔ اور انہوں نے مرض کی تکلیف سے بے چین ہو کر پکارا ۔ مرجانہ ۔ مرجانہ ۔ ریحانہ نے کہا میں حاضر ہوں ۔ امیر المومنین آپ کیا حکم دیتے ہیں ۔

معاویہ ۔ تو کون ہے ۔

ریحانہ ۔ میں ہوں آپکی خادمہ امینہ عمر تاجر کی بہن ۔

معاویہ ۔ اچھا بیٹی تم جاگتی ہو ۔ شاباش بیٹی ۔ شاباش ۔

ریحانہ ۔ آپ کو کس چیز کی ضرورت ہے ۔

معاویہ ۔ نہیں ۔ بس میرا دل گھبراتا ہے ۔ شاید آخری وقت آن پہنچا ۔ مرجانہ کیا سو گئی ۔

ریحانہ ۔ جی ہاں وہ سو گئی ہیں ۔ ارشاد ہو تو جگا دوں ۔ مگر انکی ابھی آنکھ لگی ہے ۔

معاویہ ۔ نہیں سونے دو ۔ ہائے یزید ۔ ہائے میرا بیٹا ۔ ایسے وقت تو شکار میں کیوں گیا ۔

یزید کا نام سنکر ریحانہ کو پھر غصہ آیا ۔ اور اس نے از خود رفتہ ہو کر کہا ۔ ہاں وہی یزید

جسکی خاطر آپنے عاقبت خراب کی۔ بے گناہوں کے خون کئے۔ لوگوں کے حق کو ظلم و جور سے غصب کیا۔

معاویہ (یہ بات سنکر غضبناک ہوکر بولے تو کون ہے۔ سچ بتا۔ ارے کوئی حاضر ہے۔

ریحانہ ہنسی اور اس نے کہا ہاں موت حاضر ہے۔ گھبرایئے نہیں وہ آتی ہے۔ میں ہوں مالک ابن اشتر کی بیٹی ریحانہ۔ اپنے ماں باپ کا بدلہ لینے آئی ہوں۔ سب لونڈیوں کو بے ہوش کرکے آپکی جان نکالنے کو اکیلی کھڑی ہوں۔ ہمت ہے تو اٹھو اور اپنی زندگی کو مجھ سے بچاؤ۔ کیونکہ اسوقت تمہارا بچانے والا کوئی موجود نہیں ہے۔

معاویہ۔ دغا۔ دھوکہ۔ مگر کچھ ڈر نہیں۔ اے عورت میں قریشی ہوں اور اب بھی مجھ میں تجھسے بچنے کی طاقت موجود ہے۔ یہ کہہ کر ایک دفعہ ہی جنبش کرکے وہ بیٹھ گئے۔ اور سرہانے لٹکی ہوئی تلوار پر انہوں نے ہاتھ ڈالا۔ ریحانہ نے یہ کیفیت دیکھی تو چاہا کہ دوڑ کر تلوار چھین لے مگر اسکے ہاتھ پاؤں پھر بے قابو ہوگئے اور ان میں آگے بڑھنے کی ہمت نہ ہوئی۔

اِدھر ریحانہ کا یہ حال تھا اُدھر امیر معاویہ تلوار کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہی ضعف و خوف و غصہ کے صدمہ سے پھر گر پڑے اور ان کو غش آگیا۔ ریحانہ انکو کھڑی دیکھتی رہی۔ تھوڑی دیر کے بعد معاویہ کو پھر ہوش آیا۔ اور انہوں نے ریحانہ کو آنکھ کھولکر دیکھا اور کہا:۔

"اے عورت مجھ پر رحم کر۔ مجکو نہ مار۔ میں خود مر رہا ہوں۔ آہ یزید میرا بیٹا۔ او عورت دیکھ میں اسوقت کتنا بے بس ہوں۔ کوئی میرا مددگار نہیں ہے۔ میں ان لشکروں کا شہنشاہ ہوں کہ اگر ان کے ہتھیاروں کی چمک اسوقت سامنے آجائے تو تیرا کلیجہ ڈر کے مارے پاش پاش ہو جائے۔ مگر ہائے یہاں تیرے سوا کوئی بھی نہیں ہے۔ تو عثمان کے قاتل کی بیٹی ہے تو ایک مشہور خونریز آدمی کی لڑکی ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ تجھکو نہ ... کسی ... [illegible]

[illegible] یزید ... میری زندگی۔ لڑکی مجکو نہ مار۔ میری ... [illegible]

اپنی مدد بھیج "

ریحانہ۔ اے شام کے بادشاہ۔ میں تجکو معاف کرتی ہوں۔ میں علیؑ کا نام لینے والی ہوں وہ بھی عاجزوں اور بیکسوں پر رحم کرتے تھے میں بھی تجھ بے کس پر ترس کھاتی ہوں۔ فکر مند نہو مالک کی دختر تجھ پر ہاتھ نہ اٹھائے گی۔ بلکہ تیری خدمت کرے گی۔ کہ بنی ہاشم اور ان کے غلام احسان و مروت و فیاضی کی تلوار سے قتل کیا کرتے ہیں۔

اگرچہ میری آنکھوں کے سامنے میرے غریب و مسافر باپ کی لاش تڑپ رہی ہے جسکو تو نے زہر سے ہلاک کروایا۔ میں اپنی ماں کو دیکھ رہی ہوں جسکی آنکھوں میں تیرے حکم سے گرم تیلے گھونپے گئے۔ مجکو اپنے آقازادے حسن ابن علیؑ کی موت یاد آتی ہے جو تیری سازش سے ہوئی۔

مگر پھر بھی بنی ہاشم کی غلامی کا فخر رکھتی ہوں جو نا تو ان دشمنوں پر ہاتھ نہیں اٹھاتے۔ اس وقت تو بغیر ہتیار کے صرف ان دو خالی ہاتھوں سے ہلاک ہو سکتا ہے۔ لیکن میں نہیں چاہتی کہ اپنے ہاتھ کو تجھ بیمار کے خون سے آلودہ کروں۔ تو آرام کر میں نے تجکو معاف کیا۔

معاویہ۔ عورت تیری ان باتوں نے مجھ کو تلوار و خنجر سے زیادہ گھائل کر دیا۔ تو مجھے قتل کر دے مگر ایسی باتیں نہ کر۔ ہائے یزید۔ میری زندگی کا سہارا۔ عورت پانی۔ پیاس۔ آہ جگر آو یزید یہ کہتے کہتے معاویہ کو پھر غش آگیا۔

ریحانہ جلدی سے باہر گئی۔ اور پانی لے کر آئی۔ دیکھا معاویہ بالکل بے ہوش ہیں۔ کچھ دیر کھڑی رہی۔ اتنے میں ان کو پھر ہوش آیا تو ریحانہ نے کہا۔ امیرالمومنین پانی حاضر ہے۔ معاویہ نے کہا مجھے اٹھا۔ مجھے سہارا دو۔ ریحانہ نے ان کو اٹھایا۔ اور خود کمر کا سہارا بنکر بیٹھ گئی۔ اور پانی کا پیالہ ان کے آگے کیا۔ معاویہ نے دو گھونٹ پی کر کہا مجھے لٹا دو۔ ریحانہ نے پھر لٹا دیا۔ تو وہ بولے میرا کلیجہ پھنکا جاتا ہے۔ تمام بدن میں چبھن ہو رہی ہے۔ ریحانہ نے کہا حضور معلوم بھی ہے کہ حسن نے بھی تو آپ [illegible] زہر دلوایا تھا۔

معاویہ۔ [illegible] تو

مدت ہو گئی۔

ریحانہ۔ یہ ایک سال میں اثر کرنے والا زہر تھا۔ مجھے یقینی طور سے اسکی اطلاع ملی ہے۔

معاویہ۔ اگر یہ سچ ہے تو تف ہے ایسی اولاد پر۔ آہ میں نے اس اولاد کے واسطے سب کچھ کیا اور اس نے میری قدر نہ کی۔ بلکہ میرا مرنا چاہا۔ افسوس اے دنیا تجھ پر ہزار افسوس۔ یہ کہتے کہتے ان کو پھر غش آگیا اور اس غش کی حالت میں دو تین سبکیاں لے کر انہوں نے جان دیدی۔

جب معاویہ کا کام تمام ہو چکا تو ریحانہ کی حالت خوف کے مارے دیوانوں کی سی ہو گئی۔ مگر اس نے حواس درست کئے اور میت کو اسی طرح چھوڑ کر باہر آگئی۔ اور سونے والوں کے پاس لیٹ گئی۔ پچھلی رات کو صبح ہونے کے قریب جب مرجانہ اور لونڈیوں کا نشہ اترا جو کھجوروں میں دیا گیا تھا اور وہ ہوشیار ہوئیں تو انہوں نے آنکھ کھولکر دیکھا کہ امینہ پڑی سوتی ہے۔ مرجانہ نے اس کو جگایا اور کہا۔ واہ بوا تم تو سو گئیں۔ امینہ نے کہا میں تو ابھی لیٹی تھی۔ ذرا کے ذرا آنکھ لگ گئی۔ مرجانہ نے کہا۔ ہاں بوا نیند بہت بری بلا ہے مجکو دیکھو کھجوریں کھاتے ہی بے خبر ہو گئی۔ امیر المومنین نے آواز تو نہیں دی۔

امینہ۔ نہیں وہ برابر آرام میں ہیں۔ میں تو ابھی سوئی تھی۔ مرجانہ خوابگاہ میں گئی تو دیکھا معاویہ کا کام تمام ہو چکا ہے تو ہائے امیر المومنین کہہ کر دوڑی ہوئی آئی۔ اور کہا وہاں تو اب کچھ بھی نہیں شاید رات ہی کو ختم ہو گئے۔

سارے محل میں کہرام مچ گیا۔ اور اسی وقت شہر میں خبر ہو گئی اور امراء ڈیوڑھی پر جمع ہو گئے۔ اور کفن دفن کا سامان ہونے لگا۔ امینہ نے مرجانہ سے کہا۔ اب مجکو اجازت دو۔ افسوس مجھ سے کوئی خدمت امیر المومنین کی نہ ہو سکی۔ مرجانہ نے کہا۔ اب تمہارا جانا مناسب نہیں ہے دفن کے بعد جانا۔

صبح کو یزید بھی شکار سے آگیا اور دفن کا سامان ہونے لگا تو ایک امیر نے کہا امیر المومنین کہا کرتے تھے میرے پاس رسول خداؐ کے موئے مبارک اور ناخن ہیں۔ جب میں مروں ان کو میری آنکھوں پر رکھ دینا۔ یزید نے کہا ہاں مجکو بھی یہ بات یاد ہے۔ وہ کس خزانہ میں رکھا ہے اسکو

منگواؤ۔ چنانچہ وہ بکس منگوایا گیا جو ابراہیم ہاشمی نے بدل کر رکھدیا تھا جس میں ابراہیم کی ڈاڑھی کے بال اور ناخن تھے۔

ریحانہ نے اپنے دل میں کہا یہ رسولؐ ہاشمی کے تبرکات نہیں ہیں بلکہ ان کے غلام کے بال و ناخن اموی کی آنکھوں پر رکھے جائینگے۔ اور شکر ہے کہ وہ غلام بھی ہاشمی تھا۔

چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اور معاویہ کی آنکھوں پر وہ بال و ناخن رکھکر ان کو دفن کردیا گیا۔

پندرھواں باب

یزید کی نئی محبوبہ

امیر معاویہ کی رحلت کو عرصہ ہو گیا۔ کوفہ کی سرکشی کا چرچہ گھر گھر ہونے لگا۔ حضرت امام حسینؑ کے دعویٰ خلافت کی دہوم مچ گئی۔ دمشق میں جسقدر مسلمان خفیہ طور پر حب علی کا خیال رکھتے تھے وہ آپس میں صلاح مشورے کرنے لگے۔ اسی زمانہ کا ذکر ہے کہ خضرا عمر تاجر کے گھر میں آئی اور فرحہ سے کہا تم کو معلوم ہے کہ میں اپنے بھائی ابن زیاد پر عاشق ہوں۔ اور اسکے خیال میں آجتک میں نے شادی نہیں کی۔ اب اسکو ایک ایسی مہم پر بھیجا گیا ہے جہاں سراسر جان کا اندیشہ نظر آتا ہے کوفہ مسلمانوں کی سب سے بڑی چھاؤنی ہے۔ جہاں بڑے بڑے نامور بہادر رہتے ہیں۔ اور وہ سب علی کے شیعہ ہیں حسین بن علی کو کوفیوں نے بلایا ہے۔ ادہر یزید نے کوفہ کی سرداری میرے بھائی ابن زیاد کو دی ہے۔ تاکہ وہ اس عظیم الشان سرکشی کا انتظام کرے۔ مجھے یقین ہے کہ میرا بھائی اس فتنہ کو دبا لیگا۔ لیکن آثار ایسے خوفناک ہیں کہ طرح طرح کے وہم دل میں آتے ہیں ممکن ہے معاملہ دگرگوں ہوجائے اور میں اپنے پیارے کی شکل دوبارہ نہ دیکھ سکوں۔

فرحہ۔ تم فکر نہ کرو۔ تمہارے بھائی دانشمند آدمی ہیں۔ وہ اپنا پہلو اس خطرہ سے بچا لیں گے اور اس مہم پر نہ جائینگے۔

خضرا۔ نہیں فاطمہ۔ یزید کو ابن زیاد سے دلی عداوت ہے۔ ایک تو تمہارے باپ زیاد نے یزید

کی ولی عہدی کی مخالفت کی تھی اسکا اسکو عناد ہے۔ دوسرے یزید کو ابن زیاد سے ایک عورت کے سبب ملال ہے۔ تیسرے ایک دن ہمارے گھر میں ایک واقعہ ایسا ہو گیا تھا جسکو یزید کبھی نہیں بھولتا۔ اور جب میرا اس سے ملنا ہوتا ہے اس بات کا طعنہ دیتا ہے۔ میرا خیال ہے یزید نے جان بوجھ کر میرے بھائی کو اس آگ میں دھکیلا ہے۔

فرحہ عرف فاطمہ۔ خیر خدا سے دعا کرو وہ ابن زیاد کی خیر رکھے۔

خضرا۔ تم سے میں نے ہمیشہ کہا ہے کہ خدا کا نام میرے سامنے نہ لیا کرو۔ میں خدا کو نہیں مانتی اور خدا کے ماننے والوں کو احمق اور بے عقل سمجھتی ہوں۔

فرحہ۔ (ہنسکر) اچھا خضرا ابن سرجون کی طبعی قوتیں تمہارے بھائی کی مددگار ہوں۔

خضرا۔ تم مجھے چھیڑتی ہو۔ ابن سرجون کی طبعی قوتیں کیوں کہتی ہو طبعی قوت خود بخود ہے وہ کسی کی ملکیت نہیں ہو سکتی۔ ابن سرجون اور اسکی بہن کا صرف اتنا دخل اس معاملہ میں ہے کہ انہوں نے مجکو فطرت کے مادی مذہب سے آگاہ کیا۔ اور میں عقل کے عقیدہ کی پیرو ہو گئی۔

فرحہ۔ تو کیا تم کو ابن سرجون سے محبت نہیں ہے۔

خضرا۔ نہیں مجکو وہ بہت اچھا معلوم ہوتا ہے۔ اور کیا تم اسکو تسلیم نہیں کرتیں کہ سارے شہر دمشق میں اس سے زیادہ کوئی حسین آدمی نہیں ہے۔ مگر میں اسکی عاشق نہیں ہوں میرا مطلوب تو صرف میرا بھائی ابن زیاد ہے۔

یہ دونوں باتیں کر رہی تھیں کہ عذرا اور وردہ اندر آئیں اور انہوں نے کہا فاطمہ مبارک ہو تمہاری نند امینہ امیر المومنین کو پسند آگئیں۔ کل وہ مرجانہ سے ملنے گئی تھیں۔ جب چلی آئیں تو امیر المومنین نے مرجانہ سے ان کا حال پوچھا۔ انہوں نے کہدیا کہ وہ عمر تاجر کی بہن ہیں۔ اور آپکے والد کی خدمت آخر وقت محض حصول ثواب کیلیے کر چکی ہیں اب کبھی کبھی میرے پاس آتی ہیں۔ تو انہوں نے مرجانہ کو حکم دیا کہ امینہ کو پیغام دو کہ وہ مجھ سے نکاح کر لے۔ وہ مجکو بہت لائق و فہمیدہ عورت معلوم ہوتی ہے۔ کیا تم موجود تھیں۔ جبکہ میں نے

اسکو دیکھا تو اُس نے کس طرح جھک کر سلیقہ اور آداب شاہانہ کے موافق مجکو سلام کیا۔ ایسا سلام میں نے عرب اور رُوم اور یونان کی کسی عورت کا نہیں دیکھا۔

مرجانہ نے اقرار کیا ہے کہ وہ پیغام دینگی۔ اور آج انہوں نے ہم دونوں کو اسپر مامور کیا کہ آپ سے یہ کہیں کہ آپ اپنی نند امیرالمومنین کو دیدیں۔

فرحہ۔ یہ نہیں ہوسکتا۔ میرا شوہر دو برس سے سفر میں ہے۔ خبر نہیں اسپر کیا گزری اس نے اپنی بہن کی نسبت کسی اور شخص سے کردی ہتی۔ جب تک وہ سفر سے واپس نہ آئے میں اقرار و انکار کا اختیار نہیں رکھتی۔

عذرا۔ فاطمہ تم بہت نادانی کا جواب دیتی ہو۔ یزید جیسا شوہر تمہاری نند کو قیامت تک نہیں مل سکتا۔ یہ امینہ کی قسمت ہے کہ یزید نے انکو پسند کیا۔

فرحہ۔ اور آپ کی اور ورد ہ کی بدقسمتی ہے کہ آپ دونوں کو ناپسند کیا۔ یہ سنکر سب لڑکیاں ہنسنے لگیں۔ اور ریحانہ عرف امینہ شرما گئی۔

وردہ۔ تم میرا نام ناحق لیتی ہو۔ میں نے تو یزید کو کبھی پسند نہیں کیا۔

عذرا۔ تو کیا میں نے کبھی اسکی خواہش کی ہتی کہ یزید میری طرف متوجہ ہو۔

وردہ۔ نہیں ہرگز نہیں۔ تم نے یہ خواہش نہیں کی۔ بلکہ صرف تمہارا دل چاہتا تھا اور یہ خضرا کیسی چپ چاپ بیٹھی ہیں۔ ربوا کی نہر کے کنارے والی بات ان پر بہی تو دو کچہہ،، صادق آتی ہے کیا یاد نہیں وہ جھگڑا جو ابن سرحون اور یزید میں خضرا کی بابت ہوا۔

خضرا۔ مجکو تو معاف کرو۔ میں ایسی باتوں میں حصہ نہیں لینا چاہتی جن کا مقصد تفریح ہے کیونکہ مجکو اپنے ابن زیاد کے فکر میں کسی بات کا ہوش نہیں ہے۔

سب لڑکیوں نے قہقہہ لگایا۔ اور کہا ہاں ہاں ہوا۔ سچ کہتی ہو۔ خدا کے سنکر کا دقعہ نہیں یاد آیا جو بہائی سے شادی کرنی چاہتی ہیں۔

خضرا یہ فقرہ سنکر رونے لگی۔ اور اٹھ کر اپنے گھر چلی گئی۔ تو فرحہ نے کہا:۔

حضرار کو اپنے بھائی سے سچی محبت ہے تم نے دیکھا اسکی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

عذرا۔ خدا کے انکار کی یہ سزا ہے کہ سگے بھائی کا عشق سر پر سوار ہے۔ خیر اس قصہ کو چھوڑو اور امیر المومنین کے پیغام کا جواب دو۔

فرحہ۔ میں اپنے شوہر کی واپسی تک کچھ جواب نہیں دے سکتی۔ آپ بھی کہہ دیجئے یہ سنکر دونوں لڑکیاں فرحہ کے پاس سے اٹھ کر چلی گئیں ۔

سولہواں باب

دمشق کی ایک سازش

فقہا کی اکثر جماعتیں ہماری ہم خیال ہیں مگر ڈر کے مارے کوئی شخص منہ سے کچھ نہیں کہتا۔ اور تجارت پیشہ لوگ تو سب خاندان نبوت کی طرفداری کا دم بھرتے ہیں۔ دربار کے متوسط طبقہ کے ملازمین بھی یزید سے بیزار ہیں۔ ایسی حالت میں سب کچھ ممکن ہے تم خوف کس بات کا کرتے ہو۔

دوسری آواز۔ ہمیں خوف کسی بات کا نہیں ہے۔ کیونکہ ہمیں معلوم ہے کہ دربار کے بڑے بڑے امیر بھی یزید کو پسند نہیں کرتے۔ ان میں بعض حسین بن علی کے حامی ہیں اور بعض عبداللہ ابن زبیر کو چاہتے ہیں۔ مگر مشکل یہ ہے کہ کوئی سر دھرا نہیں بنتا۔ ایک قوت دار عاقل آدمی آگے بڑھے تو یہ سب پراگندہ قوتیں جمع ہو جائینگی۔

تیسری آواز۔ حسین ابن علی کی موجودگی میں عبداللہ ابن زبیر کی خلافت کا چاہنا میری سمجھ میں نہیں آتا کس وجہ سے ہے۔ حالانکہ آج حسین ابن علی سے بڑھ کر کوئی شخص اس امر کا حقدار نہیں ہے۔

چوتھی آواز۔ سنو میں کہتا ہوں کہ ابن زبیر کو حسین پر فوقیت ہے کیونکہ حسین محض اللہ والے ہیں اور ابن زبیر بادشاہی کا دماغ رکھتا ہے۔ پس خلیفہ وہی ہونا چاہیئے جو اس مشکل کام کو چلا سکے۔

پانچویں آواز۔ میں تو عمر فاروق کے خاندان کو اسکا اہل سمجھتا ہوں ہم کو چاہیئے کہ ان میں سے کسی کو منتخب کریں۔

چھٹی آواز۔ خلیفہ اول حضرت ابو بکر کی نسل بھی موجود ہے اسمیں سے کیوں نہ انتخاب کیا جائے تاکہ پھر قرن اول کی سی بہار نظر آنے لگے۔

ساتویں آواز۔ ہم کو ایک بڑا کام کرنا ہے۔ اپنی طاقتوں کو اختلاف میں برباد نہ کرو۔ اسوقت نہ ابن زبیر دعویدار ہیں نہ حضرت عمر کی اولاد نہ حضرت ابوبکر کا خاندان بلکہ حسین ابن علی کھڑے ہوئے ہیں۔ اور ہر قبیلہ کی نگاہ انہی پر اٹھ رہی ہے۔ یہ وقت ایسا ہے کہ ہم سب ملکران کی مدد کریں اور شام کے پایۂ تخت میں یکبارگی شورش بلند ہو جائے تاکہ بنی امیہ گھر کی آگ سے پریشان ہو باہر کا بندوبست نہ کرسکیں۔

چند آوازیں۔ نہیں نہیں پہلے اسکا فیصلہ ہونا چاہیئے۔ ہم حسین ابن علی کو مضبوط نہیں سمجھتے اور ہمیں اندیشہ ہے کہ وہ اس مشکل کام کو پورا نہ کرسکیں گے۔

ایک آواز۔ اچھا۔ ہم کل دن میں باہم مشورہ کرکے رات کو اس قصہ کا فیصلہ کرلیں گے۔ اب حاضرین کو حلف اٹھانا چاہیئے کہ کوئی شخص راز فاش نہ کرے گا۔

متفقہ آوازیں۔ خدا ہمارا شاہد ہے۔ ہم راز کے محافظ رہیں گے۔

اسکے بعد جلسہ برخاست ہو گیا۔ اور لوگ اپنے اپنے مقام پر چلے گئے۔ صبح کے وقت ابراہیم نے فرحہ سے رات کی سب حقیقت بیان کی۔ تو فرحہ نے پوچھا حضرت حسین کی مخالفت کن لوگوں نے کی تھی۔

ابراہیم۔ میں ان کو نہ دیکھ سکا کیونکہ مکان بہت تاریک تھا۔ اسکے چار حصے تھے۔ اور باہر کا راستہ ایک تہ خانہ میں سے تھا۔ تہ خانہ کے دروازہ پر ایک نقاب پوش کھڑا تھا جو آدمی وہاں آتا تھا نقاب اسکے چہرہ پر بھی ہوتی تھی اور وہ پہرہ والے کے کان میں کہتا تھا:-

الحق للعباد

حق بندوں کا ہے۔ پہرہ والا یہ فقرہ سنکر اندر جانے کی اجازت دیدیتا تھا۔ اور جب تہ خانہ ختم ہوتا تھا تو مکان میں داخل ہونے سے پہلے ایک آدمی مصافحہ کرتا تھا اور مصافحہ میں انگشت شہادت

دوسرے آدمی کی ہتھیلی میں ہلاتا تھا جسکے جواب میں وہ آدمی بھی اپنی کلمہ کی انگلی ہلا دیتا۔ تب مکان کے داخل ہونے کی اجازت دی جاتی تھی۔

فرحہ۔ یہ اشارات کس نے تجویز کئے تھے۔

ابراہیم۔ حضرت علی کا آزاد کردہ غلام موسیٰ یہاں تجارت کرتا ہے اُس نے یہ سب بندوبست کیا ہے۔

فرحہ۔ موسیٰ نے کیونکر یہ اتنے ہم خیال پیدا کر لئے۔

ابراہیم۔ وہ بہت بارسوخ آدمی ہے۔ مدت سے یہاں کار بار کرتا ہے جو لوگ بنی امیہ کے خلاف ہیں ان کا اسی کو علم ہے۔ اسی نے یہ مکان مشورہ کے لئے مہیا کیا۔ اور یہ اشارات پہلے سے لوگوں کو بتا دئے۔ تاکہ کوئی غیر آدمی اندر نہ آ جائے۔

فرحہ۔ نقاب چہرہ پر ڈالنے اور مکان کے اندر اندھیرا رکھنے کی کیا ضرورت تھی۔

ابراہیم۔ اسلئے کہ رائے زنی میں ہر شخص آزاد ہے اور اسکو یہ ڈر نہو کہ میں سچی بات اور دل کی بات کہنے میں مطعون نہ ہو جاؤں۔ نقاب اور تاریکی کے سبب صرف آواز آتی تھی۔ یہ نہ معلوم ہوتا تھا کہ رائے دینے والا کون شخص ہے۔

جس وقت میں مکان کے قریب پہنچا۔ اور مصافحہ میں انگشت شہادت کو حرکت دے کر اندر جانے کی اجازت حاصل کر لی۔ اسی وقت ایک اور شخص وہاں آیا جس نے دروازہ پر تو الحق لعباد کہدیا مگر مصافحہ میں انگلی نہ ہلائی۔ اسواسطے پہرہ دار نے اسکو اسی وقت گرفتار کر لیا۔ سنا ہے کہ وہ یزید کا جاسوس تھا۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ انگلی کی حرکت اسکو یاد نہ رہی تھی۔

فرحہ۔ تمہارا کیا خیال ہے کیا لوگ حضرت حسین کی خلافت پر اتفاق کر لیں گے۔

ابراہیم۔ رات کے جلسہ میں تو ایسی گڑبڑ تھی کہ مجھے کامیابی کی امید نہیں ہے۔

فرحہ۔ ان بنی امیہ نے سب کے خیالات بگاڑ دئے ہیں۔ لوگوں کو اپنے رسولؐ کی اولاد کا ذرا خیال بھی نہیں ہے۔

ابراہیم۔ دیکھو آج رات کو نتیجہ معلوم ہو جائے گا۔

دوسری رات

آواز۔ پہرہ دار نے اطلاع دی ہے کہ آج آدمی مقررہ تعداد سے زیادہ آئے ہیں اسواسطے شک ہے کہ غیر آدمی ہم میں نہ آ گئے ہوں۔ اور میں اس اشارہ کا اظہار چاہتا ہوں جو آج شام کو تقسیم کیا گیا تھا۔ اطمینان ہونے کے بعد کارروائی ہو گی۔

یہ سنکر ایک ایک آدمی اٹھ کر باہر تہ خانے میں جانے لگا۔ اور سب وہاں جمع ہو گئے۔ تو روشنی سے سارا مکان دیکھا گیا۔ اور اسکے بعد پہرہ دار باہر آیا۔ اور اس نے کہا سب صاحب تہ خانہ کے بیرونی حصہ میں کھڑے رہیں۔ اور ایک ایک آدمی اندر آئے۔ جس وقت تک میں الحمدللہ کی آواز نہ دوں کوئی شخص آگے بڑھ کر اندر آنے کا ارادہ نہ کرے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ پہرہ دار ہلکی سی روشنی لیے کھڑا تھا۔ اور اسکے پاس چار مسلح آدمی کھڑے تھے۔ ایک آدمی اندر آتا اور اپنی شہ رگ پر ہاتھ رکھتا تو پہرہ دار الحمدللہ کی آواز دیتا۔ یہ شخص تو مکان کے اندر چلا جاتا اور دوسرا پہرہ دار کے سامنے تہ خانہ کے اندرونی حصہ سے آجاتا۔ بہت سے آدمی آچکے اور صرف دس بارہ آدمی باقی رہے تو ایک شخص اندر آیا اور اس نے بجائے گردن کی شہ رگ پر ہاتھ رکھنے کے مصافحہ کو ہاتھ بڑھایا۔ یہ دیکھتے ہی ان چار آدمیوں نے جو پہرہ دار کے پاس کھڑے ہوئے تھے دوڑ کر اسکا منہ بند کر دیا اور مشکیں باندھ کر ڈال دیا۔ پھر دوسرا آیا وہ بھی گرفتار ہوا۔ تیسرا آیا وہ بھی پکڑا گیا۔ چوتھا اندر آیا اور گرفتار ہوا تو بے اختیار اسکی ایک چیخ نکل گئی۔ اور پہرہ دار اسکا منہ بند نہ کر سکے چیخ سنتے ہی باہر والوں نے آواز دی ہم تیری مدد کو آتے ہیں۔

مدد کا نام سنکر مکان والے بھی باہر نکل آئے اور تلواریں نکال لیں۔ فوراً شمع روشن ہو گئی۔ تو دیکھا دس بارہ آدمی تلواریں کھینچے مقابلہ کو تیار کھڑے ہیں۔ مکان والے چونکہ زیادہ تھے انہوں نے ان پر حملہ کر دیا۔ اور تہ خانہ کے اندر لڑائی ہونے لگی۔

ابراہیم نے موسیٰ سے کہا سازش کا راز کھل گیا ہے۔ تہ خانہ کے باہر عجب نہیں حریف کی اور امداد موجود ہو اسواسطے ہم کو بھاگ چلنا چاہیئے۔ تاکہ دشمن ہم پر قابو نہ پا سکے۔ یہ کہکر ابراہیم و موسیٰ باہر کی طرف بھاگے اور لوگوں کو آپس میں لڑتا چھوڑ دیا۔ جب یہ دونوں باہر نکلے تو انہوں نے دیکھا وہاں اور کوئی نہیں ہے۔ تو موسیٰ نے کہا ہم کو اپنے ساتھیوں کی مدد کرنی چاہیئے۔ باہر کچھ خطرہ نہیں معلوم ہوتا۔ ابراہیم نے جواب دیا۔ نہیں ابھی ٹھیرو۔ میرا خیال ہے مدد آتی ہوگی چنانچہ یہ لوگ گلی کے ایک گوشہ میں چھپ کر دیکھنے لگے۔ تو انہوں نے سواروں کا ایک ہجوم تہ خانہ کی طرف آتے دیکھا۔ جو گھوڑوں سے اتر کر پہلے کچھ دیر رُکے اور جب اندر غل شور کی آواز سُنی تو سب کے سب تہ خانہ میں داخل ہو گئے۔ اور ایک ساعت کے بعد باہر نکلے تو سازش کے ممبر ان کے ہاتھ میں اسیر تھے۔ بعض زخمی ہو گئے تھے۔ اور چند آدمیوں کی لاشیں لائی گئیں۔ موسیٰ و ابراہیم یہ تماشا دیکھ کر گلی میں گھس گئے اور اسی وقت دمشق سے روانگی کی تیاری کر دی۔ ابراہیم نے آدھی رات کو فرحہ کے پاس جا کر اس حادثہ کی اطلاع دی۔ اور صبح ہوتے ہوتے موسیٰ و ابراہیم دمشق سے فرار ہو گئے۔ صبح کو یزید کے سامنے اسیروں کی پیشی ہوئی۔ اور اس نے ان سب کو قتل کی سزا کا حکم دیا۔ اور وہ اسی وقت قتل کر ڈالے گئے۔ یزید نے سازشی لوگوں سے شہ رگ پر ہاتھ رکھنے کا مطلب پوچھا تو انہوں نے کہا اسمیں یہ اشارہ تھا کہ خدا ہماری شہ رگ سے بھی قریب ہے اور اسکے سامنے اخفائے راز کا عہد کرتے ہیں۔ اور یہ کہ اسکی راہ میں ہماری گردن قربان ہے ×

سترھواں باب

کربلا کے قیدی

[illegible] یں دھوم تھی کہ کربلا میں حضرت امام حسین اور انکے لڑکے اور ہمراہی شہید ہو گئے اور ا[illegible] وں کے سر اور حضرت امام کے بال بچے قیدی بنکر دمشق آرہے ہیں خاندان نبوت

کے طرفداروں کے ہاں قیامت آگئی۔ وہ زبان سے اُف نہ کر سکتے تھے۔ مگر اس خبر نے ان کے کلیجے پاش پاش کر دئے تھے۔ اور وہ گھروں کے اندر زار و قطار رو رہے تھے۔ اس دن انہوں نے اور ان کے بچوں نے نہ کھانا کھایا نہ پانی پیا۔ ہر ایک دوسرے کو دیکھتا تھا اور آنسو بہاتا تھا۔ یزید اور بنی امیہ کے ڈر سے کسی کی ہمت نہ پڑتی کہ آواز نکالتا یا ماتم کی صدا بلند کرتا۔ خاوند بیوی کو دیکھ کر کلیجہ تھام لیتا اور آنکھوں سے آنسوؤں کا مینہ برساتا اور بیوی خاوند کو دیکھتی اور سر پکڑ کر بیٹھ جاتی اور پھوٹ پھوٹ کر رو دیتی۔ بچے اپنے ماں باپ کو بے قرار دیکھ کر سہمے ہوئے کھڑے تھے۔ اور نہیں جانتے تھے کہ یہ کیوں اس قدر بے چین ہیں۔

ایک بچہ نے اپنی ماں سے کہا۔ اماں ہمیں بھوک لگی ہے۔ اسکی ماں نے رو کر جواب دیا بیٹا تمہیں خبر بھی ہے کہ جن کا کلمہ ہم سب پڑھتے ہیں ان کے نواسے بھوکے پیاسے ذبح کر ڈالے گئے۔ اور اب ان کے بچے رسیوں سے بندھے ہوئے دمشق میں آنے والے ہیں جنکو خبر نہیں کھانا پانی میسر ہوگا یا نہیں۔ تم کس منہ سے روٹی مانگتے ہو آج کا دن روٹی کھانے کا نہیں ہے۔ وہ بچہ یہ سنکر چپ ہو گیا اور کچھ دیر کے بعد وہ بھی رونے لگا۔

دوسری طرف بنی امیہ کی عورتوں نے عید کی طرح بناؤ سنگھار کیا۔ اور بالاخانوں پر سیر دیکھنے بیٹھیں۔ عذرا اور ودہ حضرات۔ فرحہ و ریحانہ کے پاس آئیں کہ ان کو بھی تماشہ کے لئے لے چلیں مگر انہوں نے دیکھا کہ یہ رو رہی ہیں۔ اور روتے روتے ان کا عجب حال ہو گیا ہے۔

حضرا نے کہا۔ ہائیں فاطمہ آج کا دن تو خوشی کا ہے۔ خدا نے امن کے سب سے بڑے دشمن کا کٹا ہوا سر دکھایا تم روتی کیوں ہو۔

فرحہ۔ میرے شوہر کے مرنے کی خبر آئی ہے۔ مجھے تو اسکا غم ہے۔ ہائے میں اب کہاں جاؤں۔ کون میری خبر لے گا۔

عذرا اور ودہ نے کہا۔ افسوس ہے ہم کو تمہارے صدمہ سے دلی ہمدردی ہے مگر تقدیر کا کچھ علاج نہیں۔

خضرا۔ دیکھو تم لوگوں کا خدا کیسا ظالم ہے بچاری عورتوں پر اس نے ذرا رحم نہ کیا۔ اور انکے وارث کو مار ڈالا۔

فرحہ۔ خضرا میرا دل نہ دکھاؤ۔ خدا ظالم نہیں ہے۔ وہ موت کو بھی ایک دن موت دیگا اور میں دعویٰ کرتی ہوں کہ میرے ہاتھ سے دیگا۔

عذرا۔ بچاری فاطمہ کا دل غم سے قابو میں نہیں ہے۔ بھلا موت کے فرشتہ کو بھی کوئی آدمی ہلاک کر سکتا ہے؟

ریحانہ عرف امینہ۔ ہاں ہاں ہم اسکو ہلاک کر سکتے ہیں۔ اور کرینگے۔ عذرا اور وہ وغیرہ اس فقرہ پر مسکرانے لگیں۔ اور انہوں نے کہا اچھا تم موت کو ضرور سزا دینا۔ چلو آپ تو ہمارے ساتھ چلیو۔ اور قیدیوں کی سیر دیکھو۔

فرحہ۔ بس بیویوں مجھے معاف کرو۔ میں اپنے حال میں مبتلا ہوں مجھے تماشہ کی ضرورت نہیں

یہ سنکر یہ سب لڑکیاں فرحہ کے پاس سے چلی آئیں اور اس گھر میں پھر وہی شور ماتم بپا ہو گیا۔

جب قیدی بازار میں سے گزر رہے تھے۔ فرحہ نے اپنے جھروکہ سے دیکھا کہ امام زین العابدین اونٹ پر بیٹھے ہیں۔ چہرہ زرد ہے۔ رسی سے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں قیدیوں کا نیلا کرتہ گلے میں ہے۔ اونٹ جھروکہ کے پاس آیا تو فرحہ نے کہا:۔

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ابْنَ رَسُولِ اللّٰهِ

امام نے جواب دیا۔ وعلیک السلام یا امۃ اللہ۔ فرحہ نے آہستہ رو کر کہا میں مالک بن اشتر کی بیٹی ہوں۔ اور آپ کا انتقام لونگی۔

امام کا اونٹ ذرا آگے بڑھ گیا تھا مگر انہوں نے یہ فقرہ سنا اور مڑ کر فرحہ کو دیکھا اور بے اختیار رونے لگے۔ فرحہ بھی روتے روتے بے ہوش ہو کر گر پڑی۔

اٹھارھواں باب

طمانچہ برخسار یزید

اگرچہ میری عدت ختم ہوگئی لیکن میں ایک برس تک اپنے شوہر کا سوگ کرنا چاہتی ہوں

امینہ بھی اپنے بھائی کے سوگ میں ایک برس تک شادی نہیں کرسکتیں۔ میں نے اقرار کر لیا ہے

امیر المومنین کے حکم سے سرتابی نہیں کرسکتی مگر مجھکو ایک برس کی مہلت ملنی چاہیئے۔

مرجانہ۔ فاطمہ تم سچی ہو۔ تمہارا غم سچا ہے۔ مگر تم بادشاہوں کے مزاج کو نہیں جانتیں آج یزید کو امینہ کا اتنا خیال ہے کل بدل گیا تو پھر یہ موقع میسر آنا محال ہوجائے گا۔

فرحہ۔ تم سچ کہتی ہو مرجانہ۔ مگر مجھے بادشاہ سے رشتہ کرنے کی ہوس نہیں ہے اتنے برس تک میں نے شوہر کی عدم موجودگی میں گزارہ کیا۔ اب میرے پاس خرچ کے لیے ایک پیسہ نہیں ہے۔ پھر بھی میرا دل مطمئن ہے اور میں فاقے کرکے اپنے شوہر کا سالانہ سوگ پورا کرونگی۔

مرجانہ۔ نہیں تم گھبراؤ نہیں میں آج ہی سرکاری خزانہ سے خرچ مقرر کرادونگی مگر تم امینہ کا نکاح کردو۔

فرحہ۔ ہرگز نہیں عذرا یزید کے پاس۔ قدوہ یزید کے پاس۔ خضرا یزید کے پاس اور معاف کرنا تم خود یزید کے پاس موجود ہو۔ اور خبر نہیں کتنی عورتیں وہاں ہیں ایسی حالت میں امینہ کا نکاح مجھے منظور نہیں۔ کیا خبر ہے کہ چار دن کے بعد اسکو طلاق دیدی جائے تو پھر بیچاری کہاں جائے گی۔ اور سب کے وارث موجود ہیں آج نکلیں کل پھر اپنے گھر میں وارثوں کے پاس آگئیں۔ امینہ کا تو کوئی بھی ٹھکانہ نہیں ہے۔

مرجانہ۔ میں اسکی ذمہ دار ہوں کہ اگر یزید کی نگاہ امینہ سے پھری تو اسکی کفالت میں خود کرونگی۔

فرحہ۔ اور اگر تم سے بھی نگاہ بدل گئی۔ تو کیا ہوگا۔ ایسے آدمی کا اعتبار ہی کیا۔

فرحہ کے اس فقرہ کا مرجانہ پر اتنا اثر ہوا کہ وہ اپنے معاملہ کے فکر میں کچھ دیر خاموش بیٹھی رہی۔ چہرہ پر ایک رنگ آتا تھا ایک جاتا تھا۔ آخر اس نے خاموشی کو توڑا اور کہا:۔

مرجانہ۔ میں یزید سے تم کو مکان۔ باغ اور اتنی نقدی دلوا دیتی ہوں کہ اگر امینہ کو اس نے چھوڑ دیا تو تم اور وہ بھوکی ننگی نہ رہو گی۔

فرحہ۔ اور اگر اس نے ناراض ہونے کے بعد ان سب اشیاء کو ضبط کر لیا تو پھر کیا ہوگا۔

مرجانہ۔ اس وہم کا تو کچھ علاج نہیں ہے۔ تمہیں اختیار ہے میں زیادہ اصرار نہیں کر سکتی۔ امینہ کی اتنی عمر ہو چکی۔ برس دن کے بعد بالکل بڑھیا ہو جائے گی۔

فرحہ۔ وہ اسوقت اکیس برس کی ہے۔ سال بھر کے بعد بائیس برس کی ہو گی۔ تو کیا یہ بڑھاپے کی عمر ہو جائے گی۔

مرجانہ۔ اچھا فاطمہ میں یہ سب باتیں یزید سے کہدونگی۔ اب وہ جانے اور تم جانو۔

یہ کہہ کر مرجانہ اٹھکر چلی گئی۔ اور فرحہ و ریحانہ آپس میں باتیں کرنے لگیں۔

کیا یہ ممکن ہے کہ اہل مدینہ مسلم بن عقبہ کا مقابلہ کر سکیں گے۔

نہیں میرا خیال ہے مسلم ان سب کو شکست دیگا کیونکہ اہل مدینہ اسکے سامنے جنگ کا تجربہ نہیں رکھتے۔

مگر فرحہ تم نے عذرا سے یہ بھی سنا کہ مسلم کیا بیمار تھا۔

فرحہ۔ عذرا کہتی تھی اسکی حالت بہت سخت تھی مگر معاملہ کی اہمیت دیکھ کر یزید نے اسکو اس مہم پر جانے کے لیے مجبور کر دیا۔

ابراہیم۔ اگر مسلم مر گیا تب تو اہل مدینہ فتح حاصل کر سکتے ہیں۔ ورنہ مشکل ہے۔ بلکہ ناممکن ہے کہ اہل مدینہ کامیاب ہوں۔

فرحہ۔ تم جس کام کے لئے آئے ہو اسمیں کتنا وقت خرچ ہوگا۔

ابراہیم۔ مجکو حصین بن نمیر نے اپنی بیوی کے پاس بھیجا ہے۔ میں اسی ہفتہ میں واپس چلا جاؤنگا

فرحہ۔ کیا تم نے حصین بن نمیر کی نوکری کر لی ہے۔

ابراہیم۔ نوکری تو نہیں کی دوستانہ طریق سے یہ خدمت قبول کر لی کیونکہ حصین بن نمیر کا میرا قدیمی تعلق ہے۔

فرحہ۔ کیا تم کو معلوم نہیں کہ حصین بن نمیر کربلا میں قاتلان حسین کا مددگار تھا۔ اور ایسے شخص کو تم اپنا دوست سمجھتے ہو۔

ابراہیم۔ مجھے سب کچھ معلوم ہے۔ مگر کیا تم کو خبر نہیں کہ حصین کی بیوی خاندان رسالت کی دوست ہے۔ میں صرف اس وجہ سے آیا کہ حصین کی بیوی میری ہم عقیدہ ہے اور میں نے اسی کی خاطر یہ تکلیف گوارا کر لی۔

فرحہ۔ تم حصین کی بیوی سے ملے۔ مدت ہو گئی میں تو ان کے پاس نہیں گئی۔

ابراہیم۔ ہاں میں گیا تھا وہ سخت بیمار ہیں۔ زندگی کی امید نہیں ہے۔ فرحہ تم کو اسکی تیمارداری کرنی چاہیئے۔

فرحہ۔ بسر و چشم میں آج ہی جاؤنگی۔

آہ میرا باپ مر گیا۔ اور اے یزید تیری خدمت کرتا ہوا مرا۔ اب تو مجکو گھر سے نکالتا ہے۔ کیا یہی وقت نکالنے کا ہے۔

یزید۔ تو نے مجکو زہر دینے کی سازش میں حصہ لیا۔ تیرے باپ کا مجھ پر احسان ہے۔ مگر اتنا بڑا نہیں ہے کہ تیری اس خطا کو معاف کرا سکے۔

عذرا۔ مجھ سے غلطی ہوئی۔ آئندہ ایسا نہ ہوگا۔

یزید۔ تم سے آئندہ غلطی نہ ہوگی۔ تو مجھ سے بھی آئندہ تم کو اپنے پاس رکھنے کی غلطی نہ ہوگی۔

عذرا۔ اچھا تو ہوشیار رہنا میں اس بے وفائی کا بدلہ لوں گی۔

یزید۔ بشرطیکہ تم اس وقت تک زندہ رہو۔

عذرا۔ کیا تم نے عزرائیل سے دریافت کر لیا ہے۔

یزید۔ ہاں اس خنجر کے ذریعہ سے مجھے یہ خبر پہنچی ہے۔ یہ کہہ کر یزید نے عذرا کے سینہ پر ایک خنجر مارا جو اسکے دل میں پیوست ہو گیا اور بیچاری عذرا اسی وقت تڑپ تڑپ کر مر گئی۔ اور لونڈیوں نے اسکی لاش باغ میں لیجا کر دفن کر دی۔ تھوڑی دیر کے بعد دردہ اور خضرا کو خواجہ سراؤں نے سامنے لا کر حاضر کیا۔

یزید۔ کیوں دردہ اور کیوں ری خضرا۔ میری عنایتوں کا یہی ثمرہ تھا کہ تم نے مجکو زہر دینا چاہا۔

دونوں نے ایک زبان ہو کر جواب دیا۔ ہم سے غلطی ہو گئی۔ مگر ہم نے یہ نہیں سمجھا تھا کہ امیرالمومنین کو یہ کھانا دیا جائے گا۔ بلکہ مرجانہ کے لیے یہ سازش کی گئی تھی۔

یزید۔ مرجانہ نے تمہارا کیا بگاڑا تھا۔

خضرا۔ جبکو ہم چاہتے ہیں اسکے دل پر اس نے قبضہ کر لیا تھا۔ اور وہ ہم سے بےرخ ہو گیا تھا۔

یزید۔ چپکی رہ او کافر کتیا۔ بھائی پر مرنے والی۔ میرے سامنے ایسی گستاخی سے نہ بول۔ جھوٹ تو مجکو چاہتی ہے یا ابن زیاد کو۔ میں نے تم لوگوں کو بہشت کی نعمتیں دیں اور تم نے میری جان لینے کا ارادہ کیا۔ ذبح کر دو ان دونوں کو میرے سامنے۔

خواجہ سراؤں نے یزید کا حکم سنتے ہی ان دونوں کو ذبح کر دیا۔ اور یہ بھی باغ میں دفن کر دی گئیں۔

اسکے بعد یزید نے محل کے لونڈی غلاموں سے کہا خبردار۔ یہ راز باہر نہ نکلنے پائے اور ہاں وہ کھانا پکانے والی کون سی ہے۔ اسکو بھی حاضر کرو۔ کیونکہ طبیب کہتا ہے کہ زہر ابن آثال کا بنایا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

ایک لونڈی۔ حضور وہ پکانے والی پرسوں نوکر ہوئی تھی۔ مگر آج صبح سے غائب ہے۔

یزید ۔ تلاش کرو ۔ اور جلدی میرے سامنے لاؤ ۔

تھوڑی دیر کے بعد پکانے والی حاضر کی گئی ۔ اس نے اپنے چہرہ پر نقاب ڈال رکھی تھی ۔

یزید ۔ اسکی نقاب الٹ دو ۔

ایک لونڈی ۔ حضور یہ کہتی ہے کہ میری آنکھوں میں ایسا مرض ہے کہ جو اسکو دیکھیگا اسکی آنکھیں بھی بیمار ہو جائینگی ۔

یزید ۔ جھوٹی ہے مکار ۔ نقاب الٹ دو ۔

غلاموں نے نقاب اٹھائی تو دیکھا کہ وہ ابن آثال حکیم کی لڑکی ہے ۔ یزید اور تمام حاضرین حیران رہ گئے ۔ اور یزید نے پوچھا ۔ کیا تو ہی میری پکانے والی ہے تو کہاں چلی گئی تھی ۔

ابن آثال کی لڑکی ۔ میں مسلمان ہونے کے بعد ایک محب اہل بیت گھرانہ میں مقیم رہی ۔ اور ایک دن وہاں سے فرار ہو کر دوسرے محب اہل بیت گھر میں چلی گئی ۔ اور جب حضرت امام حسین کی شہادت کا حال سنا تو تیرے قتل کا ارادہ میں نے کیا ۔ تاکہ بے گناہ سید کا عوض تجھ سے لوں ۔ محل کی اطلاعیں مجھے ملتی رہتی تھیں ۔ جب مجھے معلوم ہوا ۔ کہ تیری بعض داشتہ عورتوں نے تیری جان لینے کا منصوبہ تیار کیا ہے تو میں نے ان کو کہلا بھیجا کہ میں کھانے میں زہر پکا دینے کا ہنر جانتی ہوں ۔ اور اس طرح زہر ملاتی ہوں کہ کوئی طبیب اسکو شناخت نہیں کر سکتا ۔ ان عورتوں نے مجکو بلایا ۔ مگر چونکہ وہ سب مجکو جانتی تھیں اسواسطے میں نے نقاب چہرے پر ڈال لی ۔ اور آنکھوں کے مرض کا بہانہ کیا ۔ میں نے زہر تو ایسا ملایا تھا کہ تو اور تیرے طبیب کبھی پہچان نہ سکتے مگر تیری قسمت اچھی تھی کہ بچا ہوا زہر تیری لونڈی کے ہاتھ آگیا ۔ اور اس نے تجکو خبر دیدی ۔

یزید ۔ کیوں ری نصرانی کتے کی بیٹی میری محبت اور مہربانی کا یہی عوض تھا جو تو نے دیا ۔

ابن آثال کی لڑکی ۔ زبان کو خراب نہ کر ۔ دل کی خرابی کافی ہے ۔ میں خاندان نبوت کی لونڈی ہوں ۔ میرا فرض تھا کہ تجھ قاتل اہلبیت سے ان کا بدلہ لوں ۔

یزید ۔ اچھا میں تجھے بھی انہی کے پاس بھیجدیتا ہوں جنکو تو چاہتی ہے یہ کہہ کر بیچاری مومنہ کے

ایک ہاتھ تلوار کا ایسا مارا کہ وہ شہید ہو کر گر پڑی۔ اور اسکو بھی باغ میں دفن کر دیا گیا۔

میرا دل اس دنیا سے بیزار ہے۔ یہاں کا ہر آدمی خود غرض اور مطلب کا یار ہے۔ میں نے اس حکومت میں دیکھا کہ کوئی شخص بھی سچا خیر خواہ اور دوست نہیں ہے۔ کوئی تلوار کے زور سے جھکا ہوا ہے کسی کو دنیا کے لالچ نے دبا رکھا ہے ایسا دل ایک بھی نہیں جو خلوص صداقت سے میرا ہو۔
مرجانہ تم کو میں نے بہت صادق پایا۔ میری بیوی۔ میری لڑکی عاتکہ۔ میرے لڑکے جنکو دیکھتا ہوں اپنی اپنی غرض و حرص میں گھرا ہوا پاتا ہوں۔ بس ایک تو ہے جس نے آجتک کوئی بات میری مرضی اور خوشی کے خلاف نہ کی۔ جو میں نے چاہا تو نے بھی وہی چاہا۔ جس سے میں خوش ہوا تو بھی اس سے خوش ہوئی۔ جس سے مجکو ناخوش دیکھا تو بھی اس سے بیزار پائی گئی۔ مرجانہ میں تجکو اس خلوص کا کیا عوض دوں۔

مرجانہ۔ حضور کی قدردانی ہے۔ ورنہ میں امیر المومنین کی کسی خدمت کے قابل نہیں ہوں اور اگر کوئی خدمت ذات شاہانہ نے پسند فرمائی ہے تو اسکا عوض مانگنا مجکو حرام ہے۔ کہ لونڈی اپنے مالک کی ملک ہے۔ اور اسکے کام بھی مالک کے مملوک ہیں۔

یزید۔ مرجانہ میں تیری انہیں باتوں سے خوش ہوتا ہوں۔ اور آخر وقت تک خوش رہوں گا۔ تجکو یاد ہوگا میں نے امینہ کی یاد ابتک دل سے دور نہیں کی۔ وہ مجکو رات کے وقت سونے نہیں دیتی۔ سیر و شکار میں اسکے خیال کے سوا مجھے اور کسی کا خیال نہیں آتا۔
تو ایک برس کی مہلت چاہتی تھی میں نے دی۔ اب وہ مدت ختم ہو گئی۔ اور ایک برس نہیں بلکہ تین برس ہو گئے۔ تو امینہ کے پاس جا اور اسکو نکاح پر راضی کر۔

مرجانہ۔ بہت اچھا حضور لونڈی ابھی جاتی ہے۔

یہ کہکر مرجانہ فرحہ کے پاس پہنچی اور اس سے وہی پیغام کہا۔

فرحہ۔ واہ مرجانہ۔ تین سال تک کہاں غائب رہیں۔ اب آئیں تو پھر وہی سوال موجود ہے اگر

امیر المومنین کو امینہ اس قدر عزیز ہے تو تین سال ان کو اسکا خیال نہ آیا۔ معلوم ہوتا ہے عذرا ور دہ خضرا کے بعد امینہ کی ضرورت پیش آئی۔

مرجانہ۔ خاموش فاطمہ۔ ان عورتوں کا نام نہ لو۔ ان کا ذکر تک حرم میں داخل ہے۔

فرحہ۔ شہر میں کسی کو خبر نہ ہو۔ مجھے تو سب کچھ معلوم ہے۔ میں تمہاری احسان مند ہوں کہ سرکاری وظیفہ مقرر کرا دیا۔ ورنہ اس تین برس میں ہمارا تو کام تمام ہو چکا ہوتا۔

مرجانہ۔ خیر اب تو اصل مطلب کی گفتگو کرو۔

فرحہ۔ ہنسکر۔ ابتو امینہ بڑھیا ہوگئی۔

مرجانہ۔ پھر وہی شوخی کی بات۔ میں کہتی ہوں اب تم کو فوراً نکاح کر دینا چاہیئے۔

فرحہ۔ اللہ اکبر مرجانہ تم کو سوکن حاصل کرنے کا کس قدر شوق ہے۔ اچھا میں تیار ہوں۔ مگر امینہ کے بعد میرا اور میرے بچے کا کیا حشر ہوگا۔

مرجانہ۔ تم امیر المومنین کے محل میں رہوگی۔ اور تمہارا بچہ بھی لو میں جاتی ہوں۔ کل تاریخ کی اطلاع دینے آؤنگی۔ یہ کہکر مرجانہ چلی گئی۔ اور فرحہ و ریحانہ نے یہ گفتگو شروع کی۔

فرحہ۔ تمہارا نکاح ابراہیم سے میں نے کر تو دیا۔ مگر ہر وقت اس دن کا فکر رہتا تھا۔ آخر وہ آگیا۔

ریحانہ۔ آپا کچھ فکر نہیں۔ دنیا کو خوب دیکھ لیا۔ اب انتقام کا وقت آیا ہے۔ آقا دنیا میں نہ رہے۔ ماں باپ نہ رہے۔ تو ہمارا رہنا بیکار ہے۔ چلو چلو اس موذی قاتل اہل بیت کو چلکر قتل کریں۔

دونوں اس گفتگو میں مصروف تھیں کہ ابراہیم بھی آگئے۔ اور انہوں نے یہ حال سنا تو کہا کچھ ڈر نہیں ریحانہ ہمت سے کام لینا۔ میں نے سنا ہے یزید حمص کی طرف جانے والا ہے اور غالباً تم کو بھی ہمراہ لے جائے گا وہاں اسکا قتل کرنا بہت آسان ہوگا۔ میں یزیدی خیموں کے ساتھ ساتھ رہونگا۔ جہاں تمہارا موقع ہے اسکو قتل کر ڈالنا۔ میں سانڈنیاں تیار رکھوں گا فوراً بھاگ کر نکل چلیں گے۔

فرحہ۔ مجھے ریحانہ کی عصمت کا خیال ہے وہاں اسکا کیا بند و بست ہو سکے گا۔

ابراہیم۔ کچھ نہیں تم اس کا فکر نہ کرو۔ اسکی ترکیب یہ ہو کہ اس وقت ریحانہ کی علالت کا عذر کر دو اور کہدو کہ وہ حمص میں حاضر ہو جائے گی۔ سفر میں پہلی ہی رات کام تمام کر دینا آسان ہوگا اس سے بہتر کوئی صورت نہیں ہے۔

فرحہ۔ ہاں بیشک یہ خوب ترکیب ہی۔

دوسرے دن مرجانہ پھر آئی اور کہا امیرالمومنین سفر کو جانے والے ہیں ان کی خواہش ہے کہ نکاح کل ہی ہو جائے۔

فرحہ۔ مجھے کچھ عذر نہیں۔ نکاح کل کر دیا جائے مگر رخصت پندرہ دن کے بعد کرونگی کیونکہ ریحانہ آجکل بیمار ہے۔

مرجانہ۔ اچھی بات ہی مگر نکاح کے بعد شاہی پہرہ اس مکان پر آجائے گا۔

فرحہ نے پہرہ کا نام سنا تو وہ ذرا گھبرائی اور اسکو ابراہیم کا خیال آیا مگر اس نے کہا ہاں اچھی بات ہے۔ مگر میرے شوہر کا بھائی میرے گھر میں رہتا ہے۔ پہرہ داروں کے افسر اسکو نہ روکیں۔

مرجانہ۔ نہیں فرحہ کوئی مرد نکاح کے بعد اندر نہ آسکیگا۔ تمہارے شوہر کا بھائی باہر رہیگا۔ اندر آنے کی اسکو اجازت نہ ہوگی۔

فرحہ۔ یہ تو بہت مشکل بات ہی۔ اچھا خیر میں اسکو قبول کرتی ہوں۔

مرجانہ یہ جواب لیکر چلی گئی تو ابراہیم گھر میں آئے اور فرحہ نے ان سے سارا حال کہا۔ انہوں نے جواب دیا اچھی بات ہے میں آج ہی حمص روانہ ہو جاتا ہوں تم کو وہیں مل جاؤنگا۔ یہ کہکر ابراہیم حمص کی طرف چلے گئے۔

دوسرے دن خفیہ طور سے یزید فرحہ کے مکان پر آیا۔ چند مصاحب اور قاضی ہمراہ تھے امینہ نقاب ڈالکر سامنے آئی اور سلام کیا۔ فرحہ بے نقاب سامنے بیٹھی رہی۔ اور کہا:۔

فرحہ۔ امیرالمومنین آپکی دلہن کچھ بیمار ہے۔ نکاح آج ہو جائے اور پندرہ دن کے بعد میں اسکو

لے کر حمص میں حاضر ہو جاؤنگی۔

یزید۔ امینہ کیا بیمار ہیں۔

فرحہ۔ میں لحاظ کرتی ہوں۔ شاہی ادب مانع ہے۔

یزید ہنسا اور کہا اچھا کچھ ڈر نہیں۔ نکاح ہوجانا چاہیئے۔

فرحہ۔ میں بالکل تیار ہوں۔

قاضی۔ کیوں آمینہ تم امیرالمومنین یزید بن معاویہ سے ایک لاکھ دینار مہر پر نکاح کرنا قبول کرتی ہو۔

امینہ نے کچھ جواب نہ دیا۔

فرحہ۔ قاضی صاحب وہ شرماتی ہے اسکو قبول ہے۔

قاضی۔ یہ نہیں ہوسکتا وہ بالغہ ہے اسکو جواب دینا ضروری ہے۔

فرحہ۔ امینہ منہ سے بولو تم کو امیرالمومنین سے نکاح کرنا منظور ہے۔

امینہ کھڑی ہوگئی۔ اور اس نے جھک کر یزید کو سلام کیا۔ اور پھر بیٹھ گئی۔

یزید۔ بس بس اس نے قبول کرلیا۔ اور واہ کس پیارے انداز سے قبولیت کا اظہار کیا۔

قاضی۔ نہیں حضور اسکی سند نہیں ہے۔ ان کو زبان سے کہنا چاہیئے۔

یزید۔ تم اُلّو ہو گدھے ہو۔ دلہن منہ سے نہیں بولا کرتی۔

قاضی۔ جو حکم حضور کا۔ تو اب امینہ بنت ...... بنت کہہ کر قاضی صاحب گھبرائے اور فرحہ سے پوچھا اسکے باپ کا نام؟ فرحہ نے کہا مالک ابن ابل۔ قاضی صاحب نے وہی نام لے کر یزید سے پوچھا امینہ قبول ہے۔

یزید۔ ہاں جناب قبول ہزار دل و جان سے قبول۔

اسکے بعد شربت تقسیم کیا گیا۔ اور یزید اٹھ کر چلا گیا۔

ٹھہر جاؤ۔ تم کون لوگ ہو۔

ہم امیر المومنین یزید کی بیوی آمینہ کو لے کر حمص جاتے ہیں۔

وہ یہیں حوارین میں موجود ہیں۔ آگے نہ جاؤ۔ ہم ان کو خبر دیتے ہیں مگر وہ آج کل ذرا علیل ہیں۔

پہرہ دار نے دوڑ کر خواجہ سرا سے کہا اور اس نے یزید کو خبر دی کہ امینہ کی سواری آگئی۔

یزید۔ اچھا اسکو اتار دو۔ اور میرے خیمہ کے برابر جو خیمہ ہے اسمیں ٹھیراؤ۔ امینہ کی بھاوج فاطمہ اور اسکے لڑکے کیلئے بھی قریب ہی خیمہ نصب کرا دو۔

تھوڑی دیر میں سب بندوبست ہوگیا اور سواریاں اتر گئیں۔

شام ہوئی تو لونڈیاں امینہ کے پاس آئیں اور کہا آج امیر المومنین بہت بیمار ہیں۔ انہوں نے تم کو سلام کہا ہے۔ غالبًا کل تم کو سامنے طلب کرینگے۔

ریحانہ۔ میری طرف سے سلام پیش کر کے مزاج پرسی کرنا۔ اور کہنا کہ میں آپکے دن کام نہ آئی تو کب آؤنگی۔ حضور مجھکو ابھی یاد فرمائیں۔ تاکہ کچھ تیمارداری کر سکوں۔

لونڈیوں نے جاکر یزید سے یہ پیام کہا۔ تو اس نے خوش ہوکر جواب دیا۔ اچھا میں اُن کو آج ہی رات کے وقت بلاؤں گا۔

جب یہ خبر ریحانہ کو ملی تو اس نے فرحہ سے کہا کہ ہوشیار رہو جاؤ۔ اور لڑکے کو باہر بھیجکر دیکھو کہ ابراہیم موجود ہیں یا نہیں۔

فرحہ۔ میں نے پہلے ہی معلوم کر لیا۔ ابراہیم پوری طرح مستعد و تیار موجود ہیں۔

آخر رات ہوئی اور یزید نے امینہ کو اپنے پاس بلایا۔ امینہ سامنے گئی اور ایسی شان ادب سے سلام کیا۔ یزید لیٹا تھا اس نے مسکرا کر کہا۔ تمہارا آنا سبارک ہو آج بارہویں تاریخ کا چاند چمک رہا ہے مگر تم سے زیادہ روشن نہیں ہے۔

امینہ۔ خدا امیر المومنین کو چودھویں رات کا چاند بنائے۔ اور میں اسپر صدقے ہوا کروں۔

یزید۔ کیوں امینہ اتنے دن تک ہم کو ترساتی رہیں۔

امینہ۔ حضور ہی نے ترسایا۔ اور برسوں کی بھول کے بعد یاد فرمایا۔

یزید۔ تم کو خبر بھی ہے میں کن جھگڑوں میں مبتلا تھا۔

امینہ۔ جی ہاں مجھے معلوم ہے بڑے بڑے واقعات اس عرصہ میں پیش آئے مگر شکر ہے کہ اب سارا میدان صاف ہو گیا۔

یزید۔ تم نے حسین ابن علی کا کٹا ہوا سر دیکھا؟

اس سوال نے امینہ کو از خود رفتہ کر دیا۔ اور وہ بھول گئی کہ مجھے ابھی کچھ دیر کے بعد کام کرنا چاہیے ابھی چہرہ والے بیدار ہو نگے۔ اور اس نے بیتاب ہو کر کہا۔ ہاں میں نے دیکھا۔ اور یہ سنا کہ آپ نے اس پیارے چہرہ پر اپنی ناپاک لکڑی ماری تھی۔

یزید۔ یہ تم نے کیا کہا۔ کیا تمہاری زبان نے غلطی کی یا میرے کانوں سے سننے میں خطا ہوئی

ریحانہ۔ جی ہاں میں نے یہ عرض کیا کہ آپکی پیاری چھڑی نے اس چہرہ کو ٹھکرایا۔

یزید۔ تمہارا اس سے کیا مطلب ہے میں اب بھی نہیں سمجھا۔

امینہ۔ اب سمجھنے کی کیا ضرورت ہے۔ سمجھنے سمجھانے کا وقت ختم ہوا۔

یزید۔ تمہیں کیا ہو گیا امینہ۔ یہ تم ایکا ایکی دیوانی کیوں ہو گئیں۔

امینہ۔ اے یزید میں دیوانی نہیں ہوئی۔ خوب ہوشیار ہوں۔ مجھکو اپنے آقا و مولے و سید حسین ابن علی کے ذکر سے ہوش آ گیا۔

یزید۔ کیا تو حسین کی ماننے والی ہے۔

ریحانہ۔ ہاں میں مالک ابن اشتر کی بیٹی ریحانہ ہوں۔ نکاح کے وقت میرے باپ کا نام مالک ابن ابل بتایا گیا تھا۔ فارسی میں اونٹ کو شتر کہتے ہیں اور عربی میں ابل۔

یزید یہ سنکر آگ بگولا ہو گیا۔ اور ایک دفعہ ہی جھلا کر کھڑا ہوا تاکہ ریحانہ پر حملہ کرے اور پہرہ والوں کو پکارے۔

ریحانہ یہ دیکھتے ہی جھپٹی اور آگے بڑھ کر :-

یزید کے رخسار پر ایک طمانچہ مارا

اور دوسرے ہاتھ سے اسکا منہ بند کر لیا۔ یزید نے ریحانہ کو اٹھا کر دے پٹکا۔ اور چاہتا تھا کہ غلاموں کو آواز دے کہ فرحہ خیمہ کے اندر آگئی۔ اور اس نے یزید کے پاؤں پر ایک لکڑی ایسی ماری جسکے صدمہ سے وہ گر پڑا اور یہ دونوں عورتیں اسکے سینہ پر بیٹھ گئیں۔ اور گلا گھوٹنے لگیں۔

یزید بیماری کے سبب کمزور ہو رہا تھا۔ اور کچھ ناگہانی حملہ اور عجیب واقعہ نے اسکے اوسان گم کر دیئے تھے۔ ورنہ وہ ان دو عورتوں کے قابو میں آنیوالی چیز نہ تھی۔

ان عورتوں کی امداد کرنے کو حضرت عزرائیل بھی جلدی آگئے۔ اور انہوں نے بنی امیہ کے اس بادشاہ کی روح قبض کرنی شروع کر دی جو فرش پر چت پڑا ہوا تڑپ رہا تھا۔ آنکھیں باہر نکل آئی تھیں۔ ایڑیاں رگڑتا تھا جھاگ منہ میں آرہے تھے اور بدن سے دم دے رہا تھا۔

آخر اسی بیکسی و بےبسی کی حالت میں خاندان نبوت کی دونوں لونڈیوں نے اسکا کام تمام کر دیا۔ اور لاش بستر پر ڈال کر کھڑی ہو گئیں تاکہ جلدی سے بھاگنے کا سامان کریں۔

جب وہ خیمہ سے نکلیں تو انہوں نے کہا :-

"اے مرنے والے ہمارا قصہ جوش انتقام اور اس دلی نفرت کے اظہار کا قصہ ہے جو بنی ہاشم اور ان کے وفاداروں کے دل میں تیرے خاندان اور اسکے اعمال سے ہے"

حسن نظامی نے جب فرحہ و ریحانہ کی یہ گفتگو سنی تو کہا :-

"ہاں تم سچ کہتی ہو۔ تیرہ سو برس کے بعد میں قلم اٹھاؤں گا اور فرضی قصہ کے طریقہ سے بنی امیہ کی مخفی مگر سچی سیہ کاریاں لکھ کر مسلمانوں

دونگا۔ تاکہ وہ اپنے اعمال درست کریں۔ اور بنی امیہ کی بری عادتوں سے
ان کو نفرت ہو جائے ؛

فرحہ و ریحانہ ابراہیم کے ساتھ سانڈنیوں پر سوار بھاگی ہوئی چلی جاتی تھیں۔
اور حواریین میں یزید کی موت کا کہرام مچا ہوا تھا۔ اور کسی کو امینہ اور فاطمہ کی تلاش کا
خیال نہ آتا تھا۔ کہ وہ کہاں چلی گئیں اور کیوں چلی گئیں۔ جب ان کو انکی تفتیش کا خیال
نہیں تو حسن نظامی کیوں جستجو کرے اور قصہ کو بڑھائے لہذا اسی جگہ قصہ ختم کر دینا چاہیئے
امید ہے کہ نفرت کا یہ ابدی طمانچہ تاریخ کا ہاتھ یزیدی کام کرنیوالوں
اور خود یزید کے رخسار پر ہمیشہ مارتا رہے گا ۔ آمین!